عِلمُ القرآن

لِترجمةِ الفرقان

حضرت حکیم الامت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ قادری بدایونی

نعیمی کتب خانہ

مغز قرآن روح ایماں جان دیں
ہست حُبِ رحمت للعالمین

قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے والوں اور شوق رکھنے والوں کیلئے
لاجواب کتاب

علم القرآن

لترجمة الفرقان

حضرت حکیم الامت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ قادری بدایونی

نعیمی کتب خانہ لاہور

marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	علم القرآن
تصنیف	حضرت حکیم الامت الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی
ناشر	نعیمی کتب خانہ لاہور
تعداد	۳۰۰۰
اشاعت	جولائی ۲۰۰۹ء
ہدیہ	=/۹۰ روپے

تقسیم کار

ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی

نعیمی کتب خانہ گجرات

marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین علم القرآن

دیباچہ ۷
موجودہ مسلمانوں کا ترجمہ قرآن کا
شوق اور بغیر سمجھے ترجمہ پڑھنے کے
برے نتائج ۸
کفار کی آیتیں مسلمانوں پر چسپاں
کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے ۱۲
ترجمہ قرآن میں دشواریاں۔ ۱۳
مقدمہ ۱۶
آیات قرآنیہ کی قسمیں
تفسیر قرآن کے درجے اور ان کے
حکم ۱۷
پہلا باب: اصطلاحات قرآنیہ ۲۶
۱: ایمان ۲۶
۲: اسلام ۳۰
۳: تقویٰ ۳۲
۴: کفر ۳۶
۵: شرک ۴۱
شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام ۴۳
مخلوق کو مشکل کشا فریاد رس دافع
البلاء جاننا شرک نہیں ۵۳
۶: بدعت ۵۵
۷: الٰہ ۵۶
لفظ الٰہ کی تحقیق ۵۹
۸: ولی ۶۷
ولی اللہ ولی من دون اللہ ۶۹
۹: دعا ۷۱
مردوں کو پکارنا قرآن سے ثابت
ہے ۷۶
۱۰: عبادت ۸۰
عبادت کی قسمیں ۸۳
۱۱: من دون اللہ ۸۵
۱۲: نذر و نیاز ۹۰
۱۳: خاتم النبیین ۹۵
دوسرا باب: قواعد قرآنیہ ۱۰۰
قاعدہ ۱: وحی کے معنی اور ان کی
پہچان ۱۰۰
قاعدہ ۲: عبد کے معنی اور ان کی
پہچان ۱۰۱
قاعدہ ۳: رب کے معنی اور ان کی
پہچان ۱۰۲

marfat.com
Marfat.com

قاعدہ ۴: ضلال کے معنی اور ان کی پہچان ۱۰۳
قاعدہ ۵: مکر یا خداع کے معنی اور ان کی پہچان ۱۰۵
قاعدہ ۶: تقویٰ کے معانی اور ان کی پہچان ۱۰۵
قاعدہ ۷: من دون اللہ کے معانی اور ان کی پہچان ۱۰۶
قاعدہ ۸: ولی کے معانی اور ان کی پہچان ۱۰۸
قاعدہ ۹: دعا کے معانی اور ان کی پہچان ۱۰۹
قاعدہ ۱۰: شرک کے معانی اور ان کی پہچان ۱۱۰
قاعدہ ۱۱: صلوٰۃ کے معانی اور ان کی پہچان ۱۱۱
قاعدہ ۱۲: مردوں کا سننا اور میت کے معانی اور ان کی پہچان ۱۱۲
قاعدہ ۱۳: ایمان وتقویٰ کے معانی اور ان کی پہچان ۱۱۴
قاعدہ ۱۴: خلق کے معانی اور ان کی پہچان ۱۱۵
قاعدہ ۱۵: حکم۔ گواہی۔ ملکیت وکالت کے معانی اور ان کی پہچان ۱۱۶
قاعدہ ۱۶: علم غیب کے مراتب اور ان کی پہچان ۱۱۹
قاعدہ ۱۷: شفاعت کی قسمیں اور ان کی پہچان ۱۲۱
قاعدہ ۱۸: غیر خدا کو پکارنے کی قسمیں اور ان کی پہچان ۱۲۳
قاعدہ ۱۹: بندے کو ولی بنانے کی قسمیں اور ان کی پہچان ۱۲۴
قاعدہ ۲۰: وسیلہ کی قسمیں اور ان کی پہچان ۱۲۵
قاعدہ ۲۱: کسی کے اعمال دوسرے کے کام آنے نہ آنے کا قاعدہ ۱۲۶
قاعدہ ۲۲: کسی کا بوجھ اٹھانے کی صورتیں اور ان کی پہچان ۱۲۸
قاعدہ ۲۳: رسولوں میں فرق کرنے کی صورتیں اور ان کی پہچان ۱۳۰
قاعدہ ۲۴: حضور کو اپنے انجام کی خبر ہونے کی صورتیں اور ان کی پہچان ۱۳۲
قاعدہ ۲۵: نبی کی ہدایت کرنے کی صورتیں اور ان کی پہچان ۱۳۴
حضور جس کی ہدایت کا ارادہ فرما

marfat.com
Marfat.com

دیں اسے اللہ کے فضل سے ضرور ہدایت ملے گی۔ ۱۳۵
قاعدہ ۲۶: غیر خدا کے نام پر پکارے ہوئے جانور کے حرام حلال ہونے کی صورتیں اوران کی پہچان ۱۳۶
قاعدہ ۲۷: نبی کے نفع و نقصان کے مالک ہونے نہ ہونے کی صورتیں اوران کی پہچان ۱۳۷
قاعدہ ۲۸: رفع کے معانی اور ان کی پہچان ۱۳۸
قاعدہ ۲۹: غیر خدا سے ڈرنے کی صورتیں اوران کے احکام ۱۴۱
قاعدہ ۳۰: نبی کے ہم جیسے بشر ہونے نہ ہونے کی صورتیں اوران کی پہچان۔ حضور نے اپنی بشریت کا اعلان کیوں کیا؟ ۱۴۴
تیسرا باب: مسائل قرآنیہ ۱۴۷
مسئلہ ۱: کرامات اولیاء برحق ہیں۔ ۱۴۷
مسئلہ ۲: اولیاء اللہ مشکل کشا دافع البلاء حاجت روا ہیں۔ ۱۵۰
مسئلہ ۳: تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی۔ ۱۵۴
مسئلہ ۴: اللہ کے پیارے دور سے دیکھتے سنتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام سے خبردار تھے ان کے حالات سے واقف تھے۔ ۱۵۸
مسئلہ ۵: مردے سنتے ہیں اور زندوں کی مدد کرتے ہیں۔ ۱۶۳
مسئلہ ۶: یادگاریں قائم کرنا اور بڑی تاریخوں پر خوشیاں منانا۔ ۱۶۹
مسئلہ ۷: بزرگوں کی جگہ کی تعظیم اور وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ۱۷۲
مسئلہ ۸: سچے مذہب کی پہچان ۱۷۴
مذاہب کی تاریخ پیدائش ان کے ناموں سے ۱۷۶
مسئلہ ۹: دم درود کرنا پڑھ کر پھونکنا ۱۷۷
مسئلہ ۱۰: تمام صحابہ برحق ہیں ۱۷۹
مسئلہ ۱۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ۱۸۶

marfat.com
Marfat.com

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط

دیباچہ

یہ زمانہ جس پرخطر دور سے گذر رہا ہے وہ سب پر ظاہر ہے کہیں الحاد و بے دینی کی ہوائیں چل رہی ہیں کہیں دیوبندیت، مرزائیت کی آندھیاں اٹھ رہی ہیں۔ ہر روز نئے نئے فرقے جنم لے رہے ہیں اور ہر فرقہ بغل میں قرآن دبا کر ہی دام فریب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ جس کو دیکھو قرآن سنا سنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔ جاہل سے جاہل بھی اپنے کو علامہ زماں سمجھ کر اکابرین اسلام بلکہ صحابہ کرام کی ذات بابرکات پر بھی زبان طعن دراز کرنے سے نہیں چوکتا۔ اور اپنے مقصد کے لئے قرآن کریم ہی کو پیش کر کے بھولے بھالے عوام مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بیدینی پھیلا رہا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم سرور کائنات نے فرمایا کہ مسلمان کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس زمانے میں دین سلامت لے گیا (حدیث) مسلمانو! دین اسلام بہت بڑی دولت ہے۔ اس کی حفاظت بہت ہی ضروری ہے۔ مفسر قرآن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ نے مسلمانوں کو ترجمہ قرآن پڑھنے کے لئے اور فتنے سے بچانے کے لئے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ تا کہ اس کو پڑھ کر مسلمان صحیح قرآن کی فہم حاصل کر سکیں۔ اس کتاب میں قرآن کی اصطلاحیں قرآن کے قواعد اور قرآنی مسائل اس عمدہ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں کہ جن سے ترجمہ قرآن بہت آسان ہو جاتا ہے۔

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں
مفتی دارالعلوم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات
منیجر نعیمی کتب خانہ

marfat.com
Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

آج سے پچاس سال پہلے مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا۔ کہ عام مسلمان قرآن کریم کی تلاوت محض ثواب کی غرض سے کرتے تھے اور روزانہ کے ضروری مسائل پاکی پلیدی روزہ نماز کے احکام میں بہت محنت اور کوشش کرتے تھے۔ عام مسلمان قرآن شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دریا ناپیدا کنار ہے۔ اس میں غوطہ وہی لگائے جو اس کا شناور ہو۔ بے جانے بوجھے دریا میں کودنا جان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اور بے علم وفہم کے قرآن شریف کے ترجمہ کو ہاتھ لگانا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ نیز ہر مسلمان کا خیال تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کا سوال ہم سے نہ قبر میں ہوگا نہ حشر میں۔ ہم سے سوال عبادات، معاملات کا ہوگا۔ اسے کوشش سے حاصل کرو۔ یہ تو عوام کی روش تھی۔ رہے علمائے کرام اور فضلائے عظام۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے قریباً اکیس علوم میں محنت کرتے تھے۔ مثلاً نحو، معانی، بیان، بدیع، ادب، لغت، منطق، فلسفہ، حساب، جیومیٹری، فقہ، تفسیر، حدیث، کلام، جغرافیہ، تواریخ اور تصوف، اصول وغیرہ وغیرہ ان علوم میں اپنی عمر کا کافی حصہ صرف کرتے تھے۔ جب نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے ان علوم میں پوری مہارت حاصل کر لیتے۔ تب قرآن شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ کرتے پھر بھی اتنی احتیاط سے کہ آیات متشابہات کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ کیونکہ اس قسم کی آیتیں رب تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے درمیان راز و نیاز ہیں۔ اغیار کو یار کے معاملہ میں دخل دینا روا نہیں ؂

میان طالب و مطلوب رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست!

marfat.com
Marfat.com

رہیں آیات محکمات ان کے ترجمہ میں کوشش تو کرتے مگر گذشتہ سارے علوم کا لحاظ رکھتے ہوئے، مفسرین، محدثین، فقہا کے فرمان پر نظر کرتے ہوئے، پھر بھی پوری کوشش کرنے کے باوجود قرآن کریم کے سامنے اپنے کو طفل مکتب جانتے تھے۔

اس طریقہ کار کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان بدمذہبی، لادینی کا شکار نہ ہوتے تھے وہ جانتے بھی نہ تھے کہ قادیانی کس بلا کا نام ہے اور دیوبندی کہاں کا بھوت ہے۔ غیر مقلدیت نیچریت کس آفت کو کہتے ہیں۔ چکڑالوی کس جانور کا نام ہے۔ علماء کے وعظ خوف خدا، عظمت و ہیبت حضور محمد مصطفےٰ ﷺ، مسائل دینیہ اور علمی معلومات سے بھرے ہوتے تھے۔ وعظ سننے والے وعظ سن کر مسائل ایسے یاد کرتے تھے جیسے آج طالب علم سبق پڑھ کر تکرار کرتے ہیں۔ کہ آج مولوی صاحب نے فلاں فلاں مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ غرضیکہ عجیب نوری زمانہ تھا اور عجب نورانی لوگ تھے۔

اچانک زمانہ کا رنگ بدلا۔ ہوا کے رخ میں تبدیلی ہوئی۔ بعض نادان دوستوں اور دوست نما دشمنوں نے عام مسلمانوں میں ترجمہ قرآن کرنے اور سیکھنے کا جذبہ پیدا کیا اور عوام کو سمجھایا کہ قران عوام ہی کی ہدایت کیلئے آیا ہے۔ اس کا سمجھنا بہت سہل ہے۔ ہر شخص اپنی عقل و سمجھ سے ترجمہ کرے اور احکام نکالے اس کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں ہے۔ عوام میں یہ خیال یہاں تک پھیلایا کہ لوگوں نے قرآن کو معمولی کتاب اور قرآن والے محبوب ﷺ کو معمولی بشر سمجھ کر قرآن کے ترجمے بے دھڑک شروع کر دیئے اور نبی ﷺ کے کمالات کا انکار بلکہ اس ذات کریم سے برابری کا دعویٰ شروع کر دیا۔

اب عوام جہلا یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ خواندہ، ناخواندہ، انگریزی تعلیم یافتہ لغت کی تھوڑی باتیں یاد کر کے بڑے دعوے سے قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے اور جو کچھ اس کی ناقص سمجھ میں آتا ہے اسے وحی الٰہی سمجھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں روزانہ نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو کافر مشرک، مرتد اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

لطیفہ:۔ ایک اردو سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے دوران تقریر کہا کہ جس کو قرآن کا ترجمہ نہ آتا ہو۔ وہ نماز ہی نہ پڑھے۔ کہ جب عرضی دینے والے کو یہ خبر ہی نہیں کہ درخواست

marfat.com
Marfat.com

میں کیا لکھا ہے کہ تو درخواست ہی بیکار ہے۔ میں نے کہا کہ پھر عربی زبان میں نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے موجودہ انجیلوں کی طرح قرآن کے اردو ترجمے اور خلاصے بنالو۔ اس کو نماز میں پڑھ لیا کرو۔ رب تعالیٰ اردو جانتا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

آج ہر بدمذہب ہر شخص کو قرآن کی طرف بلا رہا ہے کہ آؤ میرا دین قرآن سے ثابت ہے۔ اسی پرفتن زمانہ کی خبر حضور سید عالم ﷺ نے دی تھی۔ اور ایسے دجالوں کا ذکر سرکار نے فرمایا تھا۔ یَدْعُوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ۔ وہ گمراہ گروہ ہر ایک کو قرآن کی طرف بلائے گا۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (سورۃ فرقان: ۷۳) مسلمان اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر گونگے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

کانپور میں ایک بدمذہب پیدا ہوا۔ مسمیٰ عزیز احمد حسرت شاہ جس نے ماہوار رسالہ شحنہ شریعت جاری کیا۔ اس میں بالالتزام لکھتا تھا کہ سارے نبی پہلے مشرک تھے۔ گنہگار تھے۔ معاذ اللہ بدکردار تھے۔ پھر توبہ کر کے اچھے بنے۔ اور حسب ذیل آیات سے دلیل پکڑتا تھا کہ رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (سورہ طٰہٰ: ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی لہٰذا گمراہ ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ ضحیٰ: ۷) یعنی رب نے تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند، ستارے، سورج کو اپنا رب کہا یہ شرک ہے۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ۔ (سورۃ انعام: ۷۸) حضرت آدم و حوا کے بارے میں فرمایا۔ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا۔ (سورہ الاعراف: آیت ۱۹۰) ان دونوں نے اپنے بچہ میں رب کا شریک ٹھہرایا، یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ (سورۃ یوسف: ۲۴) یقیناً زلیخا نے یوسف اور یوسف نے زلیخا کا قصد کر لیا۔ اگر رب کی برہان نہ دیکھتے تو زنا کر بیٹھتے۔ پھر لکھا۔ کہ غیر عورت کو نظر بد سے دیکھنا اور برا ارادہ کرنا کتنا برا کام ہے جو یوسف علیہ السلام سے سرزد ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی پر نظر کی اور اوریا کو قتل کروا دیا۔ یہاں تک بکواس کی کہ آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں سے گناہ بھی ایک ہی طرح کا ہوا۔ اور سزا بھی یکساں ملی۔ کہ ابلیس

marfat.com
Marfat.com

سے کہا گیا۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ۔ (سورۂ حجر: ۳۴) تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے، آدم علیہ السلام سے کہا گیا۔ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا۔ (سورۂ بقرہ: ۳۸) ہم نے کہا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ غرضیکہ دونوں کو دیس نکالے کی سزا دی۔ ہاں پھر آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ نہ کی۔ میں نے اس مرتد کو بہت سے جوابات دیئے۔ مگر وہ یہی کہتا رہا۔ کہ میں قرآن پیش کر رہا ہوں۔ کسی بزرگ، عالم، صوفی کے قول یا حدیث ماننے کو تیار نہیں۔ آخر کار میں نے اسے کہا کہ بتا۔ رب تعالیٰ بھی بے عیب ہے کہ نہیں۔ بولا ہاں! وہ بالکل بے عیب ہے میں نے کہا، کہ قرآن میں ہے کہ خدا میں عیب بھی ہیں۔ اور خدا چند ہیں۔ خدا کے دادا بھی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (سورۂ آل عمران: ۵۴) کفار نے فریب کیا اور خدا نے فریب کیا۔ خدا اچھا فریب کرنے والا ہے۔ معاذ اللہ! دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ (سورۃ النساء: ۱۴۲) یہ خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اور خدا انہیں دھوکا دیتا ہے دیکھو! دھوکا، فریب دہی نمبر ۱۰ کے عیب ہیں۔ مگر قرآن میں خدا کے لئے ثابت ہیں اور فرماتا ہے۔ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا۔ (سورۂ جن: ۳) ہمارے رب کا دادا بڑا خاندانی ہے۔ خدا کا دادا ثابت ہوا اور فرماتا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ (سورۂ مومنون: ۱۴) اللہ برکت والا ہے۔ جو تمام خالقوں سے اچھا ہے معلوم ہوا کہ خالق بہت سے ہیں۔ جب ترجمہ لفظی پر ہی معاملہ ہے تو اب رب کے لئے کیا کہے گا۔ تب وہ...... خاموش ہوا۔ ہم نے اس سے جو گفتگو کی وہ اپنی کتاب، قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء میں لکھ دی ہے۔ جو جاء الحق کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہو چکی ہے دیکھا آپ نے ان اندھا دھند ترجموں کا یہ نتیجہ ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنی نبوت کے ثبوت میں قرآن ہی کو پیش کیا کہا کہ قرآن کہتا ہے۔ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ (سورۂ حج: ۷۵) اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول پیغمبر چنتا رہے گا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر رسول آتے ہی رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اندھا دھند ترجمے بے ایمانی کی جڑ ہیں۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لو جو چاہو بکواس کرو۔ اور قرآن سے ثابت کر دو۔ ابھی حال ہی میں ایک کتاب میری نظر

marfat.com
Marfat.com

سے گذری ہے" جواہر القرآن" جو کسی ملحد غلام اللہ خاں (اللہ کے نام) نے لکھی ہے اس میں بھی اندھادھند ترجمہ کیا گیا ہے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر کفار کی آیتیں مسلمانوں پر بے دھڑک چسپاں کر کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا بھر کے علماء، صوفیاء، مومنین اور صالحین مشرک تھے اور مسلمان موحد صرف میں ہی ہوں۔ یا میری ذریت، بخاری شریف جلد دوم میں باب باندھا ہے۔ بَابُ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ۔ خارجیوں اور بے دینوں کا باب، وہاں ترجمہ باب میں فرمایا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان خارجی ملحدوں کو اللہ کی مخلوق میں بدتر سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کیا۔ یہ ہی طریقہ اس ملحد نے اختیار کیا ہے۔ غرضیکہ ترجمہ قرآن بے دھڑک کرنا ہی ایسی بڑی بیماری ہے جس کا انجام ایمان کا صفایا ہے۔

ترجمہ قرآن میں دشواریاں

قرآن شریف عربی زبان میں اترا، عربی نہایت گہری زبان ہے اولاً تو عربی زبان میں ایک لفظ کے کئی معنے آتے ہیں۔ جیسے لفظ "ولی" کہ اس کے معنی ہیں دوست، قریب، مددگار، معبود، ہادی، وارث، والی اور یہ لفظ ہر معنے میں استعمال ہوا ہے۔ اب اگر ایک مقام کے معنی دوسرے مقام پر جڑ دیے جائیں تو بہت جگہ کفر لازم آجاوے گا۔ پھر ایک ہی لفظ ایک معنی میں مختلف لفظوں کے ساتھ مل کر مختلف مضامین پیدا کرتا ہے۔ مثلاً شہادت بمعنی گواہی، اگر علیٰ کے ساتھ آئے تو خلاف گواہی بتاتا ہے۔ اور اگر لام کے ساتھ آئے تو موافق گواہی کے معنی دیتا ہے۔ لفظ قال بمعنی کہا۔ اگر لام کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس سے کہا۔ اگر فی کے ساتھ آوے۔ تو معنی ہونگے اس کے بارے میں کہا۔ اگر من کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس کی طرف سے کہا۔

ایسے ہی دعا، کہ قرآن میں اس کے معنی پکارنا، بلانا، مانگنا اور پوجنا ہیں۔ جب مانگنے اور دعا

marfat.com
Marfat.com

کرنے کے معنی میں ہو تو اگر لام کے ساتھ آوے گا تو اس کے معنی ہوں گے۔ اسے دعا دی اور جب علیٰ کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے۔ اسے بددعا دی۔

اسی طرح عربی لام، من، عن، ب، سب کے معنی ہیں سے۔ لیکن ان کے موقع استعمال علیحدہ ہیں۔ اگر اس کا فرق نہ کیا جائے تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں پھر محاورہ عرب فصاحت و بلاغت وغیرہ سب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ علم کامل کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا اور جب عوام کے ہاتھ یہ کام پہنچ جائے تو جو کچھ ترجمہ کا حشر ہوگا وہ ظاہر ہے۔ اس لئے آج اس ترجمہ کی برکت سے مسلمانوں میں بہت سے فرقے بن گئے ہیں۔ یہ مترجم حضرات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جو ان کے کئے ہوئے ترجمہ کو نہ مانے اسے مشرک مرتد، کافر کہہ دیتے ہیں۔ تمام علماء و صلحاء کو کافر سمجھ کر اسلام کو صرف اپنے میں محدود سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب نے اپنی کتاب، جواہر القرآن کے صفحہ ۱۴۱، ۱۴۳ پر لکھا۔ کہ جو کوئی نبی، ولی، پیر، فقیر کو مصیبتوں میں پکارے وہ کافر مشرک ہے۔ اس کا کوئی نکاح نہیں اور صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس قسم کی نذر نیاز شرک ہے اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے۔ اس فتوئی سے سارے مسلمان بلکہ خود دیوبندیوں کے اکابر مشرک ہو گئے بلکہ خود مصنف صاحب کی بھی خیر نہیں۔ وہ بھی اس کی زد سے نہیں بچے۔ چنانچہ یہاں گجرات سے ایک صاحب نے تحریری استفتاء مولوی غلام اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بذریعہ جوابی ڈاک بھیجا جس میں سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب "جواہر القرآن" کے صفحات مذکورہ پر لکھا ہے کہ پیروں کے پکارنے والے کا نکاح کوئی نہیں اور نذر و نیاز کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے۔ آپ کے محترم دوست اور دیوبندیوں کے مقتدا عالم عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے والد مولوی جلال شاہ صاحب ساکن دولتا نگر ضلع گجرات اور سنا گیا ہے کہ آپ کے والدین بھی گیارہویں کھاتے تھے اور کھلاتے تھے۔ ختم غوثیہ پڑھتے تھے، جس میں یہ شعر موجود ہے ؎

امداد کن امداد کن از بحر غم آزاد کن!

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

marfat.com
Marfat.com

جلال شاہ کے عینی گواہ ایک نہیں دو نہیں بہت زیادہ موجود ہیں۔ فرمایا جاوے کہ ان کا نکاح ٹوٹا تھا یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تھا۔ تو آپ حلال کے کیسے ہوئے۔ کیونکہ آپ اس ٹوٹے ہوئے نکاح کی اولاد ہیں۔ نیز گیارہویں کا کھانا جب خنزیر کی طرح حرام ہوا تو جو کوئی اسے حلال جانے وہ مرتد ہوا۔ اور مرتد کا نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے تو آپ دونوں بزرگوں کے والد صاحبان اسے حلال جان کر کھاتے کھلاتے تھے اب آپ کے حلالی ہونے کی کیا صورت ہے۔ بصورت دیگر آپ دونوں بزرگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ابھی تک نہیں ملا اور امید بھی نہیں کہ ملے۔ کیونکہ عربی کا مقولہ ہے۔ مَنْ حَفَرَ لِاَخِیْهِ وَقَعَ فِیْهِ۔ جو دوسرے کے گرنے کو گڑھا کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے دوسرے مسلمانوں کے نکاح تو بعد میں ٹوٹیں گے پہلے اپنے والدین کے نکاح کی خبر لیں۔ کوئی صاحب ان بزرگوں سے اس معمہ کو حل کرادیں۔ اور اس کا جواب دلوادیں۔ ہم مشکور ہوں گے۔

غرضیکہ بے دھڑک ترجمے بڑی خرابیوں کی جڑ ہیں۔ اس سے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، غیر مقلد، وہابی، دیوبندی، مودودی، بابی، بہائی وغیرہ فرقے بنے۔ ان سب فرقوں کی جڑ خود ساختہ ترجمے ہیں۔ اس بدتر حالت کو دیکھتے ہوئے میرے محترم دوست حضرت سید الحاج محمد معصوم شاہ صاحب قبلہ قادری جیلانی نے بارہا فرمائش کی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جو موجودہ قرآن پڑھنے والوں کے لئے رہبر کا کام دے۔ جس میں ایسے قواعد و اصطلاحات اور مسائل بیان کردیئے جائیں جن کے مطالعہ سے ترجمہ پڑھنے والا دھوکا نہ کھائے چونکہ یہ کام بڑا تھا اور میں کثرت مشاغل کی وجہ سے بالکل فارغ نہ تھا اس لئے اس کام میں دیر لگتی رہی۔ اتفاقاً اس ماہ رمضان المبارک میں میرے محترم دوست قبلہ قاری الحاج احمد حسن صاحب خطیب عیدگاہ گجرات میرے پاس جواہر القرآن لائے اور فرمایا کہ آپ لوگ آرام کر رہے ہیں اور ملحدین اس طرح مسلمانوں کو ترجمے دکھا کر گمراہ کر رہے ہیں۔ تب میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے بارگاہ مصطفےٰ ﷺ کے ٹکڑے کھائے ہیں انہی کے نام پر پلا ہوں۔ ان کے دروازے کا ادنیٰ چوکیدار ہوں۔ اگر چوکیدار چور کو آتے دیکھ کر غفلت سے کام لے تو مجرم ہے اس وقت میرا خاموش رہنا واقعی جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضور

marfat.com

Marfat.com

سید عالم ﷺ کی رحمت پر بھروسہ کر کے اس طرف توجہ کی اس کتاب کے تین باب ہوں گے۔ پہلے باب میں قرآن کریم کی اصطلاحات بیان ہوں گی جس میں بتایا جاوے گا کہ قرآن کریم میں کون کونسا لفظ کس کس جگہ کس معنی میں آیا ہے دوسرے باب میں قواعد قرآنیہ بیان ہوں گے جس میں ترجمہ قرآن کرنے کے قاعدے عرض کیے جاویں گے جس سے ترجمہ میں غلطی نہ ہو۔ تیسرے باب میں کل مسائل قرآنیہ اس باب میں وہ مسائل بھی بیان ہوں گے جو آج کل مختلف فیہ ہیں۔ جن مسائل کی وجہ سے دیوبندی، وہابی، عام مسلمین کو مشرک وکافر کہتے ہیں انہیں قرآنی صریح آیات سے ثابت کیا جاوے گا۔ تاکہ پتہ لگے کہ یہ مسائل قرآن میں صراحۃً موجود ہیں اور مخالفین غلط ترجمہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام علم القرآن لترجمۃ الفرقان رکھتا ہوں اپنے رب کریم سے امید قبولیت ہے جو کوئی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ گنہگار کے لئے دعا کرے کہ رب تعالیٰ اسے میرے گناہوں کا کفارہ اور توشۂ آخرت بنائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ دوشنبہ مبارکہ

marfat.com
Marfat.com

مقدمہ

ترجمہ قرآن سے پہلے اس قاعدے کو یاد رکھنا ضروری ہے۔
آیات قرآنیہ تین طرح کی ہیں بعض وہ جن کا مطلب عقل و فہم سے ورا ہے۔ جس تک دماغوں کی رسائی نہیں۔ انہیں متشابہات کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ جیسے الٓمٓ۔ حٰمٓ۔ الٓرٰ۔ وغیرہ انہیں مقطعات کہا جاتا ہے بعض وہ آیات ہیں جن کے معنی تو سمجھ میں آتے ہیں۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ کیونکہ ظاہری معنی بنتے نہیں۔ جیسے:۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ:۱۱۵)	تم جدھر منہ کرو ادھر اللہ کا وجہ (منہ) ہے۔
یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (فتح:۱۰)	اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (اعراف:۵۴)	پھر رب نے عرش پر استوا فرمایا۔

وجہ کے معنی چہرہ۔ ید کے معنی ہاتھ، استوا کے معنی برابر ہوتا ہے۔ مگر یہ چیزیں رب کی شان کے لائق نہیں لہٰذا متشابہات میں سے ہیں۔ اس قسم کی آیتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مطلب بیان کرنا درست نہیں اور دوسری قسم کی آیات کو آیات صفات کہتے ہیں۔
بعض آیات وہ ہیں جو اس درجہ کی مخفی نہیں۔ انہیں قرآنی اصطلاح میں محکمات کہتے ہیں۔
قرآن کریم فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران:۷)	رب وہ ہے جس نے آپ پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیات صاف معنی والی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں۔ گمراہی چاہنے اور

marfat.com
Marfat.com

اس کے معنی ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک

پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

ان محکمات میں بعض آیات وہ ہیں جن کے معنی بالکل صاف وصریح ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ الخ (سورۂ اخلاص) فرمادو وہ اللہ ایک ہے۔ انہیں نصوص قطعیہ کہا جاتا ہے اور بعض آیات وہ ہیں جن میں نہ تو متشابہات کی سی پوشیدگی ہے کہ ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکے نہ نصوص قطعیہ کی طرح ظہور ہے۔ کہ تامل کرنا ہی نہ پڑے اس قسم کی آیتوں میں تفسیر کی ضرورت ہے بغیر تفسیر کے صرف ترجمہ بھی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

تفسیر القرآن

اس تفسیر کی چار صورتیں ہیں۔ تفسیر قرآن بالقرآن، کیونکہ خود قرآن بھی اپنی تفسیر کرتا ہے۔ پھر تفسیر قرآن بالحدیث کیونکہ قرآن کو جیسا کہ حضور ﷺ نے سمجھا دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ پھر تفسیر قرآن بالاجماع یعنی علماء کا جس مطلب پر اتفاق ہوا۔ وہی درست ہے پھر تفسیر قرآن باقوال مجتہدین۔

تفسیر قرآن بالقرآن

ان تمام تفسیروں میں پہلی قسم کی تفسیر بہت مقدم ہے۔ کیونکہ جب خود کلام فرمانے والا رب تعالیٰ ہی اپنے کلام کی تفسیر فرمادے تو اور طرف جانا ہرگز درست نہیں اگر پچاس آیتوں میں ایک مضمون کچھ اجمال کے ساتھ بیان ہوا ہو۔ اور ایک آیت میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہو تو یہ آیت ان پچاس آیتوں کی تفسیر ہوگی۔ اور ان پچاس کا وہی مطلب ہوگا جو اس آیت نے بیان کیا۔ مثال سمجھو رب تعالیٰ نے بہت جگہ اہل کتاب کو مخاطب فرمایا ہے۔ یا ان کا ذکر کیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ — فرمادو کہ اے کتاب والو آؤ ایسے کلمہ کی

سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ — طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان

marfat.com
Marfat.com

برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں (آل عمران: ۶۴)

اہل کتاب کا ذکر بہت جگہ ہے۔ مگر پتہ یہ نہ لگتا تھا کہ کتاب سے کونسی کتاب مراد ہے اور اہل کتاب کون لوگ ہیں۔ کیونکہ قرآن کو بھی کتاب کہا گیا ہے اور باقی تمام انسانی اور رحمانی کتابوں کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ ہم نے قرآن سے اس کی تفسیر پوچھی۔ تو خود قرآن نے فرمایا۔

مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ — اور وہ لوگ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے۔ (مائدہ: ۵)

اس آیت نے ان تمام آیتوں کی تفسیر فرمادی اور بتادیا کہ اہل کتاب نہ ہندو سکھ ہیں کہ ان کے پاس آسمانی کتاب ہی نہیں۔ نہ مسلمان مراد ہیں۔ کیونکہ اس کتاب سے پہلی آسمانی کتابیں مراد ہیں صرف عیسائی، یہودی، یعنی انجیل وتوریت کے ماننے والے مراد ہیں۔

اسی طرح قرآن شریف نے جگہ جگہ صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ (انعام: ۱۵۳) — یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو

مگر ان آیات میں نہ بتایا۔ کہ سیدھا راستہ کونسا ہے ہم نے قرآن سے پوچھا۔ تو اس نے اس کی تفسیر کی۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (فاتحہ: ۶) — ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اس آیت نے بتایا۔ کہ قرآن میں جہاں کہیں سیدھا راستہ بولا گیا ہے۔ اس سے وہ دین اور وہ مذہب مراد ہے۔ جو اولیاء اللہ علمائے دین، صالحین کا مذہب ہو یعنی مذہب اہل سنت۔ نئے دین ومذہب ٹیڑھا راستہ ہیں۔ اگرچہ اس مذہب کے بانی سارا قرآن ہی پڑھ کر ثابت کریں کہ یہ مذہب سچا ہے جیسے قادیانی، دیوبندی، شیعہ وغیرہ۔ اسی طرح قرآن شریف نے جگہ جگہ غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا۔ اور پکارنے والے پر کفر وشرک کا فتویٰ دیا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا — اور خدا کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ

marfat.com

Marfat.com

يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس:۱۰۶)	تمہیں نفع دے اور نہ نقصان۔ پھر اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو گے
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الاحقاف:۵)	اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے۔ جو غیر خدا کو پکارتے ہیں
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ (حم السجدہ:۴۸)	اور غائب ہو گئے ان سے وہ جنہیں پہلے یہ پکارتے تھے۔
وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (فاطر:۱۳)	تم خدا کے سوا جسے پکارتے ہو وہ چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں۔ جن میں غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا گیا۔ بلکہ پکارنے والوں کو مشرک کہا گیا۔ اگر ان آیتوں کو مطلق رکھا جائے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ حاضر، غائب، زندہ، مردہ، کسی کو نہ پکارو۔ لیکن یہ معنی خود قرآن کی دوسری آیات کے بھی خلاف ہیں۔ اور عقل کے بھی خود قرآن کریم نے فرمایا۔

۱: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:۵)	انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔
۲: وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ (آل عمران:۱۵۳)	اور رسول تم کو پچھلی جماعت میں پکارتے تھے
۳: ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا۔ (بقرہ:۲۶۰)	اے ابراہیم پھر ان ذبح کئے ہوئے مردہ جانوروں کو پکارو۔ وہ تم تک دوڑتے آئیں گے۔

اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں۔ جن میں زندوں اور مردوں کے پکارنے کا ذکر ہے نیز ہم دن رات ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ نماز میں بھی حضور ﷺ کو پکار کر سلام عرض کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ — اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

لہٰذا ضرورت پڑی کہ ہم قرآن شریف سے ہی پوچھیں۔ کہ ممانعت کی آیتوں میں پکارنے سے کیا مراد ہے تو قرآن شریف نے اس کی تفسیر یوں فرمائی۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (مومنون: ۱۱۷) — اور جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (قصص: ۸۸) — اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو نہ پکارو

ان آیتوں نے بتا دیا، کہ جن آیتوں میں غیر خدا کو پکارنے سے روکا گیا ہے وہاں اسے خدا سمجھ کر پکارنا یا اللہ کے ساتھ ملا کر پکارنا مراد ہے۔ یعنی پوجنا۔ لہٰذا ان آیتوں کی تفسیر سے تمام ممانعت کی آیتوں کا یہ مطلب ہوگا۔ اس تفسیر سے مطلب ایسا صاف ہوگیا کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض پڑ سکتا ہی نہیں نیز فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (احقاف: ۶) — اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا انہیں پکارے جو اس کی قیامت تک نہ سنے اور انہیں اس کی پکار (پوجا) کی خبر تک نہیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے۔

اس آیت میں صاف طور پر پکارنے کو عبادت فرمایا کہ قیامت میں یہ بت ان مشرکوں کی عبادت یعنی اس پکارنے کے منکر ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ پکارنے سے وہ ہی پکارنا مراد ہے جو عبادت ہے یعنی الٰہ سمجھ کر پکارنا۔ اس لئے عام مفسرین ممانعت کی آیات میں دعا کے معنی پوجا کرتے ہیں۔ جن وہابیوں نے ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنی پکار کئے اور پھر بات بنانے

marfat.com
Marfat.com

کیلئے اپنے گھر سے قیدیں لگائیں۔ کہ پکارنے سے مراد ہے دور سے پکارنا۔ مافوق الاسباب پکار سننے کے عقیدے سے پکارنا۔ یا مردوں کو پکارنا بالکل غلط ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ قیدیں قرآن نے کہیں نہیں لگائیں دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر خود قرآنی تفسیر کے خلاف ہے۔ تیسرے اس لئے کہ انبیاء کرام صحابہ عظام نے مردہ کو بھی پکارا ہے اور دور سے سینکڑوں میل پکارا ہے اور وہ پکار سنی گئی ہے جیسا کہ باب مسائل قرآنیہ میں بیان ہوگا۔ لہٰذا یہ تفسیر باطل ہے۔

تفسیر قرآن بالقرآن کی اور مثال سمجھو۔ کہ رب تعالیٰ نے جگہ جگہ خدا کے سوا کوئی ولی ماننے سے منع فرمایا بلکہ فرمایا کہ جو کوئی غیر خدا کو ولی بنائے وہ گمراہ ہے۔ کافر ہے مشرک ہے۔ فرماتا ہے۔

مَا لَكُم مِّن دُونِ اللهِ مِن وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ (شوریٰ:۳۱) — تمہارا خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور نہ مددگار

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ (عنکبوت:۴۱) — ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور ولی بنائے۔ مکڑی کی سی ہے جس نے جالا بنا اور بیشک سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا (کہف:۱۰۲) — تو کیا سمجھ رکھا ہے ان کافروں نے جنہوں نے میرے بندوں کو میرے سوا ولی بنالیا۔ ہم نے کافروں کے لئے آگ تیار کی ہوئی ہے۔

اس قسم کی بیشمار آیتیں ہیں۔ ولی کے معنی دوست بھی ہیں اور مددگار بھی، مالک بھی وغیرہ۔ اگر ان آیات میں ولی کے معنی مددگار کئے جائیں اور کہا جائے کہ جو خدا کے سوا کسی کو مددگار سمجھے وہ مشرک اور کافر ہے۔ تو نقل و عقل دونوں کے خلاف ہے نقل کے تو اس لئے کہ خود

marfat.com
Marfat.com

قرآن میں اللہ کے بندوں کے مددگار ہونے کا ذکر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (نساء:۷۵)

خداوندا ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی ولی اور مددگار مقرر فرمادے۔

فرماتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (تحریم:۴)

پس اپنے نبی کا مددگار اللہ اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

فرماتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (مائدہ:۵۵)

تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ مومن بندے ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

فرماتا ہے۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۔ (توبہ:۷۱)

مومن مرد اور مومن عورتیں ان کے بعض بعض کے ولی ہیں۔

اس قسم کی بہت آیات ملیں گی۔ عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ دنیا و دین کا قیام ایک دوسرے کی مدد پر ہی ہے۔ اگر امداد باہمی بند ہو جائے تو نہ دنیا آباد رہے نہ دین پھر اسکی ضروری چیز کو رب شرک کیسے فرما سکتا ہے۔ آؤ اب اس ممانعت کی تفسیر قرآن کریم سے پوچھیں۔ جب قرآن کریم کی تحقیق کی تو پتہ لگا کہ کسی کو ولی ماننا چار طرح کا ہے جن میں سے تین قسم کا ولی ماننا تو کفر و شرک ہے اور چوتھی قسم کا ولی ماننا عین ایمان ہے۔

(۱) رب تعالیٰ کو کمزور جان کر کسی اور کو مددگار ماننا یعنی رب ہماری مدد نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا فلاں مددگار رہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۱۱۱)

اور نہیں ہے اللہ کا کوئی ولی کمزوری کی بناء پر اور اس کی بڑائی بولو۔

marfat.com
Marfat.com

(۲) خدا کے مقابل کسی کو مددگار جاننا یعنی رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے اور وہ ولی بچالے، فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ (ہود:۲۰)

یہ کفار خدا کو عاجز نہیں کر سکتے زمین میں اور نہ کوئی خدا کے مقابل ان کا ولی مددگار ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُقِيمٍ (شوریٰ:۴۵)

خبردار! کفار ہمیشہ کے لئے عذاب میں ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ (شوریٰ:۴۶)

اور ان کا کوئی ولی نہ ہوگا۔ جو اللہ کے مقابل ان کی مدد کرے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (احزاب:۱۷)

فرمادو کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے۔ اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر مہر فرمانا چاہے۔ اور وہ اللہ کے مقابل کوئی ولی نہ پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (نساء:۵۲)

اور جس پر خدا لعنت کردے اس کا مددگار کوئی نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِنْ بَعْدِهِ (شوریٰ:۴۴)

جسے اللہ گمراہ کردے اس کے بعد اس کا ولی کوئی نہیں۔

ان آیات میں خدا کے مقابل ولی مددگار کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی ایسی

marfat.com
Marfat.com

ہی آیات ہیں جن میں ولی کے یہ معنی ہیں۔

(۳) کسی کو مددگار سمجھ کر پوجنا۔ یعنی ولی بمعنی معبود۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر:۳)

اور جنہوں نے رب کے سوا اور ولی بنائے کہتے ہیں ہم تو انہیں نہیں پوجتے مگر اس لئے کہ ہمیں وہ اللہ سے قریب کر دیں

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (فرقان:۶۸)

اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے اس کے ساتھ عبادت کا ذکر ہے۔ یہ تین طرح کا ولی ماننا کفر و شرک ہے اور ایسا ولی ماننے والا مشرک و مرتد ہے

(۴) چوتھی قسم کا ولی وہ کہ کسی کو اللہ کا بندہ سمجھ کر اللہ کے حکم سے اسے مددگار مانا جائے۔ اور اس کی مدد کو رب تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھا جاوے۔ یہ بالکل حق ہے جس کی آیات ابھی ابھی گذر چکیں۔

ان آیات نے تفسیر کر دی۔ کہ ممانعت کی آیات میں پہلی تین قسم کے ولی مراد ہیں اور ثبوت اولیاء کی آیات میں چوتھی قسم کے ولی مراد ہیں سبحان اللہ! اس قرآنی تفسیر سے کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ لیکن وہابی جب اس تفسیر سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو اب ولی میں قید لگاتے ہیں کہ مافوق الاسباب کسی کو مددگار ماننا شرک ہے یہ تفسیر نہایت غلط ہے اولاً تو اس لئے کہ مافوق الاسباب کی قید ان کے گھر سے لگی ہے قرآن میں نہیں ہے دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر قرآن کے خلاف ہے جو ہم نے عرض کی۔ تیسرے یہ کہ اللہ کے بندے مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں جس کی آیات باب مسائل قرآنیہ میں عرض ہونگی غرضیکہ یہ تفسیر باطل ہے اور قرآنی تفسیر بالکل صحیح ہے۔

یہ تفسیر قرآن بالقرآن کی چند مثالیں عرض کیں۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر القرآن بالحدیث

تفسیر قرآن بالحدیث کی بہت سی مثالیں ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (بقرہ: ۴۳)	نماز قائم کرو۔ زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (بقرہ: ۱۸۳)	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کیے گئے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: ۹۷)	لوگوں پر اللہ کیلئے بیت اللہ کا حج ہے۔ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس کے علاوہ تمام احکام کی آیتیں تفصیل اور تفسیر چاہتی ہیں مگر قرآن کریم نے ان کی نہ مکمل تفسیر فرمائی۔ نہ تفصیل نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، زکوۃ کے نصاب اور خود زکوۃ کی تعداد اور شرائط، روزے کے فرائض و ممنوعات حج کے شرائط و ارکان تفصیلاً نہ بتائے، ان آیات میں ہم حدیث کے محتاج ہوئے اور تمام تفاصیل وہاں سے معلوم کیں غرضیکہ تفصیل طلب آیات میں بغیر تفسیر کے ترجمہ بے فائدہ بلکہ خطرناک ہے اور تفسیر محض اپنی رائے سے نہیں ہو سکتی ہم اپنی اس کتاب میں ترجمہ کرنے کے قواعد، بعض ضروری قرآنی مسائل اور قرآن کریم کی کچھ ضروری اصطلاحیں بیان کریں گے مگر ہر چیز کی تفسیر خود قرآن شریف سے پیش کریں گے اگر تائید میں کوئی حدیث بھی پیش کی جاوے تو اسے بھی قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے گا۔ کیونکہ آج کل اس طرز استدلال کو مسلمان بہت پسند کرتے ہیں اور ان سے زیادہ مانوس ہیں ضرورت زمانہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر قلم اٹھایا گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

پہلا باب
اصطلاحات قرآنیہ

قرآن شریف میں بعض الفاظ کسی خاص معنے میں استعمال فرمائے گئے ہیں۔ کہ اگر اس کے علاوہ ان کے دوسرے معنی کیے جائیں تو قرآن کا مقصد بدل جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے ان اصطلاحوں کو بہت یاد رکھنا چاہیے۔ تاکہ ترجمہ میں دھوکہ نہ ہو۔

ایمان

ایمان امن سے بنا ہے۔ جس کے لغوی معنی امن دینا ہے اصطلاح شریعت میں ایمان ان عقائد کا نام ہے جن کے اختیار کرنے سے انسان دائمی عذاب سے بچ جاوے۔ جیسے توحید، رسالت، حشر و نشر، فرشتے، جنت، دوزخ اور تقدیر کو ماننا وغیرہ وغیرہ جس کا کچھ ذکر اس آیت میں ہے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقرہ:۲۸۵)

سب مومن اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔

لیکن اصطلاح قرآن میں ایمان کی اصل جس پر تمام عقیدوں کا دارومدار ہے یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے اپنا حاکم مطلق مانے۔ اپنے کو ان کا غلام تسلیم کرے کہ مومن کے جان، مال، اولاد، سب حضور کی ملک ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب مخلوق سے زیادہ ادب و احترام کرے اگر اس کو مان لیا تو توحید اور کتب، فرشتے وغیرہ تمام ایمانیات کو مان لیا۔ اور اگر اس کو نہ مانا تو اگرچہ توحید، فرشتے حشر و نشر، جنت و دوزخ سب کو مانے مگر قرآن کے فتوے سے وہ مومن نہیں بلکہ کافر و مشرک ہے۔ ابلیس پکا موحد، نمازی، ساجد تھا فرشتے، قیامت، جنت دوزخ سب کو مانتا تھا مگر رب تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝ (ص:۷۴) شیطان کافروں میں سے ہے کیوں؟ صرف اس لئے کہ نبی کی عظمت کا قائل

marfat.com
Marfat.com

نہ تھا غرض ایمان کا مدار قرآن کے نزدیک عظمت مصطفےٰ ﷺ پر ہے۔ ان آیات میں یہی اصطلاح استعمال ہوئی۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (نساء:۶۵)

اے محبوب، تمہارے رب کی قسم! یہ سارے توحید والے اور دیگر لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک کہ تم کو اپنا حاکم نہ مانیں۔ اپنے سارے اختلاف و جھگڑوں میں پھر تمہارے فیصلے سے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور رضا و تسلیم اختیار کریں۔

پتہ چلا کہ صرف توحید کا ماننا ایمان نہیں اور تمام چیزوں کا ماننا ایمان نہیں نبی ﷺ کو حاکم ماننا ایمان ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (بقرہ:۸)

لوگوں میں بعض وہ (منافق) بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے مگر وہ مومن نہیں۔

دیکھو! اکثر منافق یہودی تھے۔ جو خدا کی ذات وصفات اور قیامت وغیرہ کو مانتے تھے۔ مگر انہیں رب نے کافر فرمایا۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کو نہیں مانتے تھے اس لئے انہوں نے اللہ کا اور قیامت کا نام تو لیا۔ مگر حضور مصطفےٰ ﷺ کا نام نہ لیا۔ رب نے انہیں مومن نہیں مانا فرماتا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (منافقون:۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ [illegible] منافق جھوٹے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

پتہ چلا۔ کہ حضور ﷺ کو فقط زبانی طور پر معمولی طریقہ سے مان لینے کا دعویٰ کر دینا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں۔ انہیں دل سے ماننے کا نام ایمان ہے۔ سبحان اللہ! قول سچا مگر قائل جھوٹا کیونکہ یہاں دل کی گہرائیوں سے دیکھا جاتا ہے۔

مادروں را بنگریم و حال را

ما بروں۔ را ننگریم وقال را

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (احزاب:۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

اس آیت نے بتایا۔ کہ نبی ﷺ کے حکم کے سامنے مومن کو اپنی جان کے معاملات کا بھی اختیار نہیں۔ یہ آیت زینب بنت جحش کے نکاح کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ وہ حضرت زید کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار نہ تھیں۔ مگر حضور علیہ السلام کے حکم سے نکاح ہو گیا۔ ہر مومن حضور علیہ السلام کا غلام اور ہر مومنہ ان سرکار کی لونڈی ہے یہ ہے حقیقت ایمان!

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب:۶)

نبی ﷺ مومنوں کے ان کی جان سے بھی زیادہ مالک ہیں اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

جب حضور ﷺ ہماری جان سے بھی زیادہ ہمارے مالک ہوئے تو ہماری اولاد و مال کے بدرجہ اولیٰ مالک ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (حجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں ان نبی کی آواز سے بلند نہ کرو نہ ان کی بارگاہ میں ایسے چیخ کر بولو۔ جیسے بعض بعض کے لئے۔ خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

marfat.com

Marfat.com

پتہ چلا کہ ان کی تھوڑی سی بے ادبی کرنے سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور اعمال کی بربادی کفر وارتداد سے ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ (توبہ:۶۶)

فرمادو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

جن منافقین کا اس آیت میں ذکر ہے انہوں نے ایک دفعہ نبی ﷺ کے علم غیب کا مذاق اڑایا تھا کہ بھلا حضور کب روم پر غالب آسکتے ہیں اس گستاخی کو رب کی آیتوں کی گستاخی قرار دے کر ان کے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا کس نے؟ کسی مولوی نے؟ نہیں! بلکہ خود اللہ جل شانہٗ نے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (بقرہ:۱۰۴)

اے ایمان والو! میرے پیغمبر سے راعنا نہ کہا کرو انظرنا کہا کرو خوب سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس سے پتہ لگا کہ جو کوئی توہین کے لئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسا لفظ بولے جس میں گستاخی کا شائبہ بھی نکلتا ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے (جیسے راعنا)

خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن میں ہر جگہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر پکارا موحد یا نمازی یا مولوی یا فاضل دیوبند کہہ کر نہ پکارا۔ تاکہ پتہ لگے کہ رب تعالیٰ کی تمام نعمتیں ایمان سے ملتی ہیں۔ اور ایمان کی حقیقت وہ ہے جو ان آیتوں میں بیان ہوئی۔ یعنی غلامی سرکار مصطفےٰ ﷺ۔ توحید نوٹ کا کاغذ ہے اور نبوت اس کی مہر۔ جیسے نوٹ کی قیمت سرکاری مہر سے ہے اس کے بغیر وہ قیمتی نہیں اسی طرح ایمان کے نوٹ کی قیمت بازار قیامت میں جب ہی ہوگی جب اس پر حضور کے نام کی مہر لگی ہو۔ ان سے منہ موڑ کر توحید کی قیمت کوئی نہیں۔ اسی لئے کلمہ میں حضور علیہ السلام کا نام ہے اور قبر میں توحید کا اقرار کرانے کے بعد حضور کی پہچان ہے خیال رہے کہ حدیث و قرآن میں بھی مسلمانوں کو موحد نہ کہا گیا بلکہ مومن ہی سے خطاب فرمایا۔

marfat.com
Marfat.com

اسلام

اسلام سلم سے بنا ہے جس کے معنی ہیں صلح، جنگ کا مقابل، رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (الانفال:۶۱)	اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس طرف جھک جاؤ۔

لہٰذا اسلام کے معنی ہوئے صلح کرنا مگر عرف میں اسلام کے معنی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے قرآن شریف میں یہ لفظ کبھی تو ایمان کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے لئے۔ ان آیات میں اسلام بمعنی ایمان ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)	پسندیدہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے
هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ حج:۷۸)	اس رب نے تمہارا نام مسلم رکھا۔
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (آل عمران:۶۷)	ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی لیکن وہ حنیف ایمان والے تھے۔
قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (حجرات:۱۷)	فرمادو کہ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ۔ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو
تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (یوسف:۱۰۱)	مجھے مومن اٹھا اور صالحوں سے ملا۔
وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝	اور ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم جو اسلام لائے۔ انہوں نے بھلائی

marfat.com
Marfat.com

تلاش کرلی۔ (جن:۱۴)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات میں اسلام ایمان کے معنی میں ہے لہٰذا جیسے ایمان کا دارومدار امت کے لئے حضور ﷺ کی سچی غلامی پر ہے ایسے ہی اسلام کا مدار بھی اس سرکار کی غلامی پر ہے لہٰذا حضور کی عظمت کا منکر نہ مومن ہے نہ مسلمان جیسے شیطان نہ مومن ہے نہ مسلم بلکہ کافر و مشرک ہے۔

بعض آیات میں اسلام بمعنی اطاعت آیا ہے۔ جیسے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (روم:۲۶)	اس اللہ کے فرمانبردار ہیں تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہر ایک اس کا مطیع ہے یعنی تکوینی احکام میں۔

یہاں قانتین نے اَسْلَمَ کی تفسیر کردی کیونکہ ساری چیزیں رب تعالیٰ کی تکوینی امور میں مطیع تو ہیں مگر سب مومن نہیں۔ بعض کافر بھی ہیں۔ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (تغابن:۲)۔

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ (حجرات:۱۴)	اے منافقو! یہ نہ کہو کہ تم ایمان لے آئے۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کرلی اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

منافق مسلم بمعنی مطیع تو تھے مومن نہ تھے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ (صافات:۱۰۴)	تو جب دونوں ابراہیم و اسماعیل نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹادیا (ذبح کیلئے) اور ہم نے ندا کی اے ابراہیم۔
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ	جب فرمایا ابراہیم سے ان کے رب نے

marfat.com
Marfat.com

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (بقرہ: ۱۳۱) مطیع ہو جاؤ عرض کیا کہ میں اللہ رب العالمین کا فرمانبردار ہوا۔

ان دونوں آخری آیات میں اسلام کے معنی ایمان نہیں بن سکتے کیونکہ انبیاء پیدائشی مومن ہوتے ہیں ان کے ایمان لانے کے کیا معنی؟

ان آیات میں اسلام بمعنی اطاعت ہے۔ پہلی آیت میں تکوینی امور کی اطاعت مراد ہے جیسے بیماری، تندرستی، موت، زندگی وغیرہ آخری دوسری دو آیات میں تشریعی احکام کی اطاعت مراد ہے لہٰذا منافق مومن نہ تھے مسلم تھے۔ یعنی مجبوراً اسلامی توانین کے مطیع ہو گئے تھے۔

تقویٰ

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت استعمال ہوا ہے بلکہ ایمان کے ساتھ تقویٰ کا اکثر حکم آتا ہے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا بھی ہیں اور بچنا بھی۔ اگر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ یا قیامت کے دن سے ہو تو اس سے ڈرنا مراد ہوتا ہے کیونکہ رب سے اور قیامت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ جیسے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (آل عمران: ۱۰۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو!

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْــٴًـا (بقرہ: ۴۸) اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے نہ بدلا دے گا۔

اور اگر تقویٰ کے ساتھ آگ یا گناہ کا ذکر ہو تو وہاں تقویٰ سے بچنا مراد ہوگا۔ جیسے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (بقرہ: ۲۴) اور اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

اگر تقویٰ کے بعد کسی چیز کا ذکر نہ ہو رب تعالیٰ کا، نہ دوزخ کا تو وہاں دونوں معنی یعنی ڈرنا اور بچنا درست ہیں جیسے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (بقرہ: ۳) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٩﴾ (ہود:۴۹)
پس صبر کرو بیشک انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

قرآن کی اصطلاح میں تقویٰ کی دو قسمیں ہیں تقویٰ بدن اور تقویٰ دل۔ تقویٰ بدن کا مدار اطاعت خدا اور رسول پر ہے۔ فرماتا ہے:۔

فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ (اعراف:۳۵)
تو جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ان پر نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ (یونس:۶۳)
ولی اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے۔

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (انفال:۲۹)
اگر اللہ کی اطاعت کرو گے تو تمہارے لئے فرق بتادے گا۔

دلی تقویٰ کا دارومدار اس پر ہے کہ اللہ کے پیاروں بلکہ جس چیز کو ان سے نسبت ہو جاوے اس کی تعظیم وادب دل سے کرے۔ تبرکات کا بے ادب دلی پرہیزگار نہیں ہوسکتا۔ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ (حج:۳۲)
جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (حج:۳۰)
اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو اس کیلئے اسکے رب کے ہاں بہتری ہے۔

یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھو۔ کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں کیا چیز ہیں۔ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ (بقرہ:۱۵۸)
صفا اور مروہ پہاڑ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ اس پر گناہ نہیں کہ ان پہاڑوں کا طواف کرلے۔

marfat.com
Marfat.com

صفا اور مروہ وہ پہاڑ ہیں جن پر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سات بار چڑھیں اور اتریں۔ اس اللہ والی کے قدم پڑ جانے کی برکت سے یہ دونوں پہاڑ شعائر اللہ بن گئے اور تا قیامت حاجیوں پر اس پاک بی بی کی نقل اتارنے میں ان پر چڑھنا اور اترنا سات بار لازم ہو گیا۔ بزرگوں کے قدم لگ جانے سے وہ چیز شعائر اللہ بن جاتی ہے فرماتا ہے۔

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى — تم لوگ مقام ابراہیم کو جا نماز بناؤ۔

(بقرہ:۱۲۵)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر کی۔ وہ بھی حضرت خلیل کی برکت سے شعائر اللہ بن گیا اور اس کی تعظیم ایسی لازم ہو گئی کہ طواف کے نفل اس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہو گئے کہ سجدہ میں سر اس پتھر کے سامنے جھکے۔ جب بزرگوں کے قدم پڑ جانے سے صفا مروہ اور مقام ابراہیم شعائر اللہ بن گئے اور قابل تعظیم ہو گئے تو قبور انبیاء و اولیاء جس میں یہ حضرات دائمی قیام فرما ہیں یقیناً شعائر اللہ ہیں اور ان کی تعظیم لازم ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۞ (کہف:۲۱)

پس لوگ بولے کہ ان اصحاب کہف پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ اور وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اصحاب کہف کے غار پر جو ان کا آرام گاہ ہے گزشتہ مسلمانوں نے مسجد بنائی۔ اور رب نے ان کے کام پر ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ پتہ لگا کہ وہ جگہ شعائر اللہ بن گئی جس کی تعظیم ضروری ہو گئی۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ (حج:۳۶)

اور قربانی کے جانور (ہدی) ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے تمہارے لئے ان میں خیر ہے۔

جو جانور قربانی کے لئے یا کعبہ معظمہ کے لئے نامزد ہو جائے وہ شعائر اللہ ہے اس کا احترام

marfat.com

Marfat.com

چاہئے۔ جیسے قرآن کا جز دان، اور کعبہ کا غلاف اور زمزم کا پانی مکہ شریف کی زمین کیوں؟ اس لئے کہ ان کو رب یا رب کے پیاروں سے نسبت ہے ان سب کی تعظیم ضروری ہے۔

فرماتا ہے۔

لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ (بلد:۲)

میں اس شہر مکہ معظمہ کی قسم فرماتا ہوں حالانکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ (التین:۳)

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر مکہ شریف کی۔

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (بقرہ:۵۸)

بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور کہو معافی دے ہم بخش دیں گے۔

طور سینا پہاڑ اور مکہ معظمہ اس لئے عظمت والے بن گئے کہ طور کو کلیم اللہ سے اور مکہ معظمہ کو حبیب اللہ صلوٰۃ اللہ علیہما وسلامہ سے نسبت ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے پیاروں کی چیزیں شعائر اللہ ہیں جیسے قرآن شریف خانہ کعبہ، صفا مروہ پہاڑ، مکہ معظمہ، بیت المقدس، طور سینا، مقابر اولیاء اللہ وانبیاء کرام، آب زمزم وغیرہ اور شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر قرآنی فتوے سے دلی تقویٰ ہے جو کوئی نمازی روزہ دار تو ہو مگر اس کے دل میں تبرکات کی تعظیم نہ ہو وہ دلی پرہیز گار نہیں۔

ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں تقویٰ کا ذکر ہے وہاں یہ تقویٰ دلی یعنی متبرک چیزوں کی تعظیم ضرور مراد ہے یہ آیات کریمہ تقویٰ کی تمام آیات کی تفسیر ہیں جہاں تقویٰ کا ذکر ہو وہاں یہ قید ضروری ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ ... بیشک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (حجرات:۳)

کے نزدیک پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

معلوم ہوا کہ مجلس میں حضور مصطفےٰ ﷺ کا احترام تقویٰ ہے کیونکہ یہ بھی شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کی حرمت دلی تقویٰ ہے ایمان جڑ ہے اور تقویٰ اس کی شاخیں۔ پھل وہی کھا سکتا ہے جو ان دونوں کی حفاظت کرے اسی طرح بخشش کے پھل اسی کو نصیب ہوں گے جو ایمان اور تقویٰ دونوں کا حامل ہو۔

کفر

کفر کے لغوی معنی چھپانا اور مٹانا ہے۔ اسی لئے جرم کی شرعی سزا کو کفارہ کہتے ہیں کہ وہ گناہ کو مٹا دیتا ہے ایک دوا کا نام کافور ہے کہ وہ اپنی تیز خوشبو سے دوسری خوشبوؤں کو چھپا لیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ (نساء:۳۱)

اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ مٹا دیں گے اور تم کو اچھی جگہ میں داخل کریں گے۔

قرآن شریف میں یہ لفظ چند معنوں میں استعمال ہوا ہے ناشکری انکار، اسلام سے نکل جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ (ابراہیم:۷)

اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دیں گے اور اگر تم ناشکری کرو گے تو ہمارا عذاب سخت ہے۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (بقرہ:۱۵۲)

میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔

marfat.com
Marfat.com

وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ (شعراء:۱۹)
فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا، کہ تم نے اپنا وہ کام کیا جو کیا اور تم ناشکرے تھے۔

ان آیات میں کفر بمعنی ناشکری ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (بقرہ:۲۵۶)
پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے۔ اس نے مضبوط گرہ پکڑ لی۔

یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (عنکبوت:۲۵)
اس دن تمہارے بعض بعض کا انکار کریں گے۔ اور بعض بعض پر لعنت کریں گے۔

وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۶﴾ (احقاف:۶)
یہ معبودان باطلہ ان کی عبادت کے انکاری ہو جاویں گے۔

ان تمام آیات میں کفر بمعنی انکار ہے نہ کہ اسلام سے پھر جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲﴾ (کافرون)
فرما دو! کافرو میں تمہارے معبودوں کو نہیں پوجتا۔

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ (بقرہ:۲۵۸)
پس وہ کافر (نمرود) حیران رہ گیا۔

وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ (بقرہ:۲۵۴)
اور کافر لوگ ظالم ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ (مائدہ:۱۷)
وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔ اللہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ
بہانے نہ بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد

marfat.com
Marfat.com

کافر ہو چکے۔ (توبہ:۶۶)

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ كَفَرَ ان میں سے بعض ایمان لے آئے بعض کافر رہے۔ (بقرہ:۲۵۳)

ان جیسی اور بہت سی آیات میں کفر ایمان کا مقابل ہے جس کے معنی ہیں بے ایمان ہو جانا۔ اسلام سے نکل جانا اس کفر میں ایمان کے مقابل تمام چیزیں معتبر ہوں گی۔ یعنی جن چیزوں کا ماننا ایمان تھا ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنا کفر ہوگا۔ لہٰذا کفر کی صدہا قسمیں ہوں گی۔ خدا کا انکار کفر۔ اس کی توحید کا انکار یعنی شرک یہ بھی کفر اسی طرح فرشتے، دوزخ وجنت، حشر نشر، نماز، روزہ، قرآن کی آیتیں، غرضیکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے اسی لئے قرآن شریف میں مختلف قسم کے کافروں کی تردید فرمائی گئی ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شرک کی بحث میں آوے گا۔

حقیقت کفر

جیسے کہ صدہا چیزوں کے ماننے کا نام ایمان تھا لیکن ان سب کا مدار صرف ایک چیز پر تھا۔ یعنی پیغمبر کو ماننا کہ جس نے حضور ﷺ کو کما حقہ مان لیا۔ اس نے سب کچھ مان لیا۔ اسی طرح کفر کا مدار صرف ایک چیز پر ہے۔ یعنی حضور ﷺ کا انکار، ان کی عظمت کا انکار، ان کی شان اعلیٰ کا انکار اصل کفر تو یہ ہے باقی تمام اس کی شاخیں ہیں۔ مثلاً جو رب کی ذات یا صفات کا انکار کرتا ہے وہ بھی حضور ﷺ کا منکر ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ دو ہیں۔ اسی طرح نماز روزہ وغیرہ کسی ایک کا انکار درحقیقت حضور کا انکار ہے کہ وہ سرکار فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں فرض ہیں وہ کہتا ہے کہ نہیں اسی لئے نبی ﷺ کی ادنیٰ توہین ان کی کسی شے کی توہین قرآنی فتوے سے کفر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ وَّيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا اور وہ کفار کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے۔ اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے

marfat.com

Marfat.com

(نساء:۱۵۱) بیچ میں کوئی راہ نکالیں یہی لوگ یقیناً کافر ہیں۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (بقرہ:۱۰۴) کافروں ہی کیلئے دردناک عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (توبہ:۶۱) اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی صرف کافر کو دردناک عذاب ہے اور صرف اسے دردناک عذاب ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دے۔ لہٰذا پتہ لگا کہ صرف وہ ہی کافر ہے جو رسول ﷺ کو ایذا دے اور جو حضور کی عظمت واحترام، خدمت، اطاعت کرے وہ سچا مومن ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ (انفال:۷۴) اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ○ (توبہ:۶۳) کیا انہیں خبر نہیں کہ جو مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔

بلکہ جس اچھے کام میں حضور ﷺ کی اطاعت کا لحاظ نہ ہو بلکہ ان کی مخالفت ہو وہ کفر بن جاتا ہے اور جس برے کام میں حضور ﷺ کی اطاعت ہو وہ ایمان بن جاتا ہے مسجد بنانا اچھا کام ہے لیکن منافقین نے جب مسجد ضرار حضور کی مخالفت کرنے کی نیت سے بنائی تو

marfat.com
Marfat.com

قرآن نے انہیں کفر قرار دیا۔ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (توبہ:۱۰۷)

اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کے لئے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور رسول کا مخالف ہے۔

نماز توڑ دینا گناہ ہے لیکن حضور کے بلانے پر نماز توڑنا گناہ نہیں ہے بلکہ عبادت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (انفال:۲۴)

اے ایمان والو! اللہ رسول کا بلاوا قبول کرو جب وہ تمہیں بلائیں اس لئے کہ وہ تمہیں زندگی بخشتے ہیں۔

اسی لئے حضور ﷺ کی آواز پر اونچی آواز کرنے اور حضور علیہ السلام کی ادنیٰ گستاخی کرنے کو قرآن نے کفر قرار دیا ہے جس کی آیات ایمان کی بحث میں گزر چکیں۔ شیطان کے پاس عبادات کافی تھیں مگر جب اس نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝ (ص:۷۷)

میں ان سے اچھا ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے اور انہیں مٹی سے پیدا کیا اور رب نے فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردود ہو گیا۔

تو فوراً کافر ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا کہ جادو کرنے سے پہلے عرض کیا۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ۝ (اعراف:۱۱۵)

عرض کیا کہ اے موسیٰ یا پہلے آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔

اس اجازت لینے کے ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایک دن میں ایمان، کلیم اللہ کی صحابیت تقویٰ، صبر، شہادت نصیب ہوئی رب نے فرمایا۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ (شعراء:۴۶)

جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔

marfat.com

Marfat.com

یعنی خود سجدے میں نہیں گرے۔ بلکہ رب کی طرف سے ڈال دیئے گئے کافر کے دل میں حضور کا ادب آ جائے تو ان شاء اللہ مومن ہو جائے گا اگر مومن کو بے ادبی کی بیماری ہو جائے تو اس کے ایمان چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی قصور مند تھے مگر بے ادب نہ تھے آخر بخش دیئے گئے۔ قابیل یعنی آدم علیہ السلام کا بیٹا جرم کے ساتھ نبی کا گستاخ بھی تھا لہٰذا خاتمہ خراب ہوا۔

شرک

شرک کے لغوی معنی ہیں حصہ یا ساجھا۔ لہٰذا شریک کے معنی ہیں حصہ دار یا ساجھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فاطر: ۴۰)	کیا ان بتوں کا ان آسمانوں اور زمین میں حصہ ہے۔
هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِي مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (روم: ۲۸)	کیا تمہارے مملوک غلاموں میں سے کوئی شریک ہے اس میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو، ان غلاموں سے تم ایسا ڈرو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو۔
رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ (الزمر: ۲۹)	ایک وہ غلام جس میں برابر کے چند شریک ہوں اور ایک وہ غلام جو ایک ہی آدمی کا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔

ان آیتوں میں شرک اور شریک لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی حصہ ساجھا اور حصہ دار و ساجھی، لہٰذا شرک کے لغوی معنی ہیں۔ کسی کو خدا کا ساجھی اور حصہ دار سمجھنے والا اصطلاح میں شرک کے دو معنی ہیں ایک کفر دوسرے کسی کو خدا کے برابر جاننا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے شرک بمعنی کفران آیات میں آیا۔

marfat.com
Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (نساء:۱۱۶)	اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے سوا جس کو چاہے بخش دیگا۔
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا (بقرہ:۲۲۱)	نکاح نہ کرو مشرکوں سے یہاں تک کہ ایمان لے آویں۔
وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ (بقرہ:۲۲۱)	مومن غلام مشرک سے اچھا ہے۔
مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِينَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ (توبہ:۱۷)	مشرکوں کو یہ حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں اپنے پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے۔

ان آیات میں شرک سے مراد ہر کفر ہے۔ کیونکہ کوئی بھی کفر بخشش کے لائق نہیں۔ اور کسی کافر مرد سے مومنہ عورت کا نکاح جائز نہیں اور ہر مومن ہر کافر سے بہتر ہے خواہ مشرک ہو جیسے ہندو یا کوئی اور جیسے یہودی، پارسی، مجوسی۔

دوسرے معنی کا شرک یعنی کسی کو خدا کے برابر جاننا کفر سے خاص ہے کفر اس سے عام یعنی ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں۔ جیسے ہر کوا کالا ہے مگر ہر کالا کوا نہیں۔ ہر سونا پیلا ہے مگر ہر پیلا سونا نہیں لہٰذا دہریہ کافر ہے مشرک نہیں اور ہندو مشرک بھی ہے کافر بھی۔ قرآن شریف میں، شرک اکثر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے:۔

جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتٰهُمَا (اعراف:۱۹۰)	ان دونوں نے خدا کے برابر کر دیا اس نعمت میں جو رب تعالیٰ نے انہیں دی۔
حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (انعام:۷۹)	میں تمام برے دینوں سے بیزار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔

(لقمان: ۱۳)

وَ مَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (یوسف: ۱۰۶) ان میں سے بہت سے لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر وہ مشرک ہوتے ہیں۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں شرک اسی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی کسی کو خدا کے مساوی جاننا۔

شرک کی حقیقت

شرک کی حقیقت رب تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو رب کے برابر نہ جانا جائے۔ تب تک شرک نہ ہوگا اسی لئے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ إِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (شعراء: ۹۸) خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

اس برابر جاننے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے لہٰذا یہ ماننے والا مشرک ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (انبیاء: ۲۶) یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے۔ پاکی ہے اس کے لئے بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں۔

قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

(توبہ: ۳۰)

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ إِنَّ الْإِنْسَانَ بنا دیا ان لوگوں نے اللہ کے لئے اس

marfat.com
Marfat.com

لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ (زخرف:۱۵) — کے بندوں میں سے ٹکڑا بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ (زخرف:۱۹) — انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں۔ عورتیں ٹھہرایا۔ کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ (زخرف:۱۶) — کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنا لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام:۱۰۰) — اور اللہ کا شریک ٹھہرایا، جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں جہالت سے۔

لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿﴾ (نجم:۲۷) — یہ کفار فرشتوں کا نام عورتوں کا سا رکھتے تھے۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں اسی قسم کا شرک مراد ہے۔ یعنی کسی کو رب کی اولاد ماننا۔ دوسرے یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق مانا جائے جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ تھا کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دوسرا رب، اب بھی پارسی یہی مانتے ہیں خالق خیر کو یزدان اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ وہی پرانا مشرکانہ عقیدہ ہے یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے برے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بری چیزوں کا پیدا کرنا برا ہے لہٰذا اس کا خالق کوئی اور چاہیے اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں خیال رہے کہ بعض عیسائی تین خالقوں کے قائل تھے۔ جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان تمام کی تردید میں حسب ذیل آیات ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿﴾ — اللہ نے تم کو اور تمہارے سارے اعمال کو

marfat.com
Marfat.com

(صافات:۹۶)	پیدا کیا۔
اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (زمر:۶۲)	اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ (ملک:۲)	اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (سجدہ:۴)	اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا فرمایا۔
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدہ:۱۷)	بے شک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (مائدہ:۷۳)	بیشک کافر ہو گئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے۔
لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء:۲۲)	اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بگڑ جاتے۔
هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (لقمان:۱۱)	یہ اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا تم نے کیا پیدا کیا۔

ان جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کا ذکر ہے اور اسی کی تردید ہے۔ اگر یہ مشرک غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے تو ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ ان معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ خود زمانہ کو مؤثر مانا جائے اور خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے جیسا کہ بعض مشرکین عرب کا عقیدہ تھا موجودہ دہریہ انہی کی یادگار ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ	اور بولے وہ تو نہیں مگر یہ ہی ہماری دنیا

marfat.com
Marfat.com

نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ (جاثیہ:۲۴)

کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔

اس قسم کے دہریوں کی تردید کے لئے تمام وہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ عالم کی عجائبات میں غور کرو کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے پیدا نہیں ہوسکتیں۔

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الرعد:۳)

ڈھکتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں ہیں فکر والوں کے لئے۔

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران:۱۹۰)

بیشک آسمان و زمین کی پیدائش اور دن رات کے گھٹنے بڑھنے میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

وَ فِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَ فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

(ذاریات:۲۱)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور خود تمہاری ذاتوں میں ہیں تو تم دیکھتے کیوں نہیں۔

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ (غاشیہ:۱۷۔۲۰)

کیا یہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی۔

اس قسم کی بیسیوں آیات میں ان دہریوں کی تردید ہے۔

چوتھے یہ عقیدہ کہ خالق ہر چیز کا تو رب ہی ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا اب کسی کام کا نہیں رہا۔ اب اس کی خدائی کو چلانے والے یہ ہمارے معبودین باطلہ ہیں۔ اس قسم کے مشرکین عجیب بکواس کرتے تھے کہتے تھے کہ چھ دن میں آسمان زمین پیدا ہوئے اور ساتواں دن اللہ نے آرام کا رکھا تھکن دور کرنے کو۔ اب بھی وہ آرام ہی کر رہا ہے چنانچہ فرقہ تعطیلیہ

marfat.com
Marfat.com

اسی قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے ان کی تردید ان آیات میں ہے۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﳓ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ (ق:۳۸)

اور بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو تھکن نہ آئی۔

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ (ق:۱۵)

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ الْمَوْتٰى (احقاف:۳۳)

اور کیا ان لوگوں نے غور کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور انہیں پیدا کر کے نہ تھکا وہ قادر اس پر بھی ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ (یٰس:۸۲)

اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے اس جیسی کئی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا کہ ہم کو عالم کے بنانے میں کسی قسم کی کوئی تھکن نہیں پہنچی۔ اس قسم کے مشرک قیامت کے منکر اس لئے بھی تھے کہ وہ سمجھتے تھے ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے۔ اب دوبارہ کیسے بنا سکتا ہے معاذ اللہ! اس لئے فرمایا گیا کہ ہم تو صرف کن سے ہر چیز پیدا فرماتے ہیں تھکن کیسی؟ ہم دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں کہ اعادہ سے ایجاد مشکل ہے۔

شرک کی پانچویں قسم: یہ عقیدہ ہے کہ ہر ذرہ کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے عالم کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں اس لئے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض بندے عالم کے انتظام کے لئے چن لئے ہیں جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے۔ اب یہ

marfat.com
Marfat.com

بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخیل بنایا گیا ہے وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر دھونس رکھتے ہیں کہ اگر ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہو کر ماننی پڑے۔ اگر چاہیں تو ہماری بگڑی بنا دیں ہماری مشکل کشائی کر دیں جو وہ کہیں۔ رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ اس کا عالم بگڑ جاوے جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگرچہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں مگر ملکی انتظام میں ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے بہت سے مشرکین گرفتار تھے اور اپنے بت ود، یغوث، لات، منات، عزیٰ وغیرہ کو رب کا بندہ مان کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس عقیدے سے کسی کو پکارنا شرک اس کی شفاعت ماننا شرک، اسے حاجت روا، مشکلکشا ماننا شرک، اس کے سامنے جھکنا شرک، اس کی تعظیم کرنا شرک، غرضیکہ یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم و توقیر کا معاملہ کیا جاوے، وہ شرک ہے ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ (یوسف:۱۰۶)

ان مشرکین میں سے بہت سے وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، مگر شرک کرتے ہوئے۔

کہ خدا کو خالق، رزاق مانتے ہوئے پھر مشرک ہیں انہی پانچویں قسم کے مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

(عنکبوت:۶۱)

اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں۔ کہ کس نے آسمان و زمین پیدا کیے تو وہ کہیں گے اللہ نے، تو فرماؤ، کہ کیوں بھولے جاتے ہیں۔

قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ یُجِیْرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ

فرما دو کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے جو پناہ دیتا ہے اور پناہ نہیں دیا

marfat.com
Marfat.com

تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ (مومنون:۸۸_۸۹)

جانتا، بتاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾ (زخرف:۹)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیے تو کہیں گے کہ انہیں غالب جاننے والے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ (مومنون:۸۴)

فرماؤ کس کی ہے زمین اور اس کی چیزیں اگر تم جانتے ہو۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ (مومنون:۸۵)

تو کہیں گے اللہ کی فرماؤ کہ تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ (مومنون:۸۶)

فرماؤ کہ سات آسمان اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ (مومنون:۸۷)

تو کہیں گے اللہ کا ہے۔ فرماؤ کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ (یونس:۳۱)

فرماؤ تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون دیتا ہے یا کان آنکھ کا کون مالک ہے اور کون زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟

marfat.com
Marfat.com

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (عنکبوت:۶۱)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور کس نے سورج و چاند تابعدار کیا تو کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ تم کدھر پھرے جاتے ہو۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (عنکبوت:۶۳)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں۔ کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا۔ کہ یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق، مالک، زندہ کرنے والا، مارنے والا، پناہ دینے والا عالم کا مدبر مانتے تھے مگر پھر مشرک تھے یعنی ذات صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھیے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو عالم کا مالک نہیں مانتے تھے۔ بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی۔ یہاں للہ میں لام ملکیت کا ہے۔ یعنی وہ اللہ کی ملکیت مانتے تھے، مگر اکیلے کی نہیں، بلکہ ساتھ ہی دوسرے معبودوں کی بھی، اسی لئے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ ملکیت و قبضہ صرف اللہ کا ہے، اوروں کا نہیں بلکہ وہ کہتے تھے اللہ کا بھی ہے اور دوسروں کا بھی دوسرے اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلا یہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے خود مجبور ہے اسی لئے ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے حسب ذیل آیات آئیں۔

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۱۱۱)

اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے اولاد نہ بنائی اور نہ اس کے ملک میں کوئی شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا

marfat.com
Marfat.com

ولی مددگار ہے تو اس بڑائی بولو۔

اگر یہ مشرکین ملک اور قبضہ میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہیں مانتے تھے تو یہ تردید کس کی ہو رہی ہے اور کس سے یہ کلام ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (شعراء:۹۸)

دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

اگر یہ مشرک مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر شئے کا خالق، مالک بلا شرکت غیرے مانتے تھے، تو برابری کرنے کے کیا معنی ہیں فرماتا ہے۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَاؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ (انبیاء:۴۳)

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں، وہ اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی کوئی یاری ہو۔

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے معبود ہمیں خدا سے مقابلہ کر کے بچا سکتے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًاؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

(زمر:۴۴)

بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں فرما دو، کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں۔ فرما دو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے۔ کہ ہمارے معبود بغیر اذن الٰہی دھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اس کے غضب سے بچا سکتے ہیں اسی لئے اس جگہ بتوں کے مالک نہ ہونے اور رب کی ملکیت کا ذکر ہے یعنی ملک میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کے ہاں

marfat.com
Marfat.com

کوئی شفیع نہیں ہے۔

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس:۱۸)

اور پوجتے ہیں وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ انہیں نقصان دیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔

اس آیت میں بھی مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے۔ کہ ہمارے بت دھونس کی شفاعت کریں گے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ اس کی ملک میں اور عالم کا کام چلانے میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں۔ خالق کا انکار اور زمانہ کو موثر ماننا چند مستقل خالق ماننا۔ اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا۔ اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا جیسے اسمبلی کے ممبر شاہان موجودہ کے لئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں کا ذکر سورۂ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ میں دہریوں کا رد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ اَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے اَللّٰهُ الصَّمَدُ میں ان مشرکین کا رد جو اللہ کو ایک مان کر دوسرے معبودوں کو حاجت مند مانتے تھے تا کہ عالم کا کام چلے لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ میں ان لوگوں کا رد جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔

اعتراض مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خدا رسی کا وسیلہ مانتے تھے اور مسلمان بھی نبیوں، ولیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وہ کیوں مشرک ہو گئے اور یہ کیوں مومن رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جواب دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی کی اور بت کے پتھر کی تعظیم، ہولی، دیوالی، بنارس کاشی کی تعظیم شرک ہے مگر آب زمزم، مقام ابراہیم، رمضان، محرم، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ کی تعظیم ایمان ہے حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں مقام ابراہیم اور سنگ اسود اور بت کا پتھر دونوں پتھر ہیں وغیرہ وغیرہ، دوسرے یہ کہ وہ اپنے معبودوں کو خدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری وسیلہ مانتے تھے مومن انبیاء اور اولیاء کرام کو اللہ کا محض بندہ محض اعزازی طور پر خدا کے اذن وعطا سے شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں اذن اور مقابلہ ایمان وکفر کا معیار ہے۔

اعتراض مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریادرس، مشکلکشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت وحیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے لہٰذا موجودہ مسلمان جو نبیوں، ولیوں کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ بھی انہی کی طرح مشرک ہیں اگرچہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں۔ مگر چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے مشرک ہوئے۔

جواب یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہوسکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے۔ لہٰذا وہ مومن ہے ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کہ میں باذن الٰہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کرسکتا ہوں۔ میں باذن الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں

marfat.com
Marfat.com

کھاؤ یا بچاؤ بتا سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو، انہیں آرام ہوگا۔ جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا ان تمام میں مافوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آ گیا۔ حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے۔ حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کے لئے پکارا۔ اور تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات انشاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔

یہ تو سب شرک ہو گئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے وراء ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہو جاوے تو ہر معجزہ و کرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء و اولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بہ یک وقت تصرف کر سکتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (سجدہ:۱۱)

فرما دو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (اعراف:۳۷)

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئیں گے انہیں موت دینے۔

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کے لئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

إِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (اعراف:۲۷)

وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

جو فرشتے قبر میں سوال وجواب کرتے ہیں جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے۔ وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں۔ اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہو گئے فرق وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا۔ کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الٰہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔

بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں۔ نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جو ثواب کے لئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہو تو درست۔ یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (انعام:۱۰۱)

وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف:۹)

فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی انوکھا نیا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ِۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی

marfat.com
Marfat.com

اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (حدید: ۲۷)

تھی۔ ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی۔ پھر اسے نہ نباہا۔ جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا۔ مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا۔ کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہئے جیسے چھ کلمے، نماز میں زبان سے نیت، قرآن کے رکوع وغیرہ، علم حدیث، محفل میلاد شریف، اور ختم بزرگان، کہ یہ دینی چیزیں اگرچہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہٰذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

الٰہ

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں سے ایک اصطلاح لفظ الٰہ بھی ہے اس کی پہچان مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ کلمہ میں اسی کا ذکر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ نماز شروع کرتے ہی پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ یا اللہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ غرضیکہ ایمان اور نماز بلکہ سارے اعمال اسی کی پہچان پر موقوف ہیں اگر ہمیں الٰہ کی خبر نہ ہو تو دوسروں سے نفی کس چیز کی کریں گے اور رب تعالیٰ کے لئے ثبوت کس چیز کا کریں گے۔ غرضیکہ اس کی معرفت بہت اہم ہے۔

الٰہ کے متعلق ہم تین چیزیں عرض کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۱) الٰہ کے معنی وہابیوں نے کیا سمجھے اور اس میں کیا غلطی کی۔
(۲) الٰہ ہونے کی پہچان شریعت اور قرآن میں کیا ہے یعنی کیسے پہچانیں کہ الٰہ حق کون ہے اور الٰہ باطل کون۔
(۳) الوہیت کا مدار کس چیز پر ہے۔ یعنی وہ کونسی صفات ہیں جن کے مان لینے سے اسے الٰہ ماننا پڑتا ہے ان تینوں باتوں کو بہت غور سے سوچنا چاہئے۔
(۱) وہابیوں نے الٰہ کا مدار دو چیزوں پر سمجھا ہے علم غیب اور مافوق الاسباب حاجات میں تصرف یعنی جس کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ غیب کی بات جان لیتا ہے یا وہ بغیر ظاہری اسباب کے عالم میں تصرف یعنی عملدر آمد کرتا ہے حاجتیں پوری اور مشکلیں حل کرتا ہے۔ وہی الٰہ ہے دیکھو جواہر القرآن صفحہ ۱۱۲ (قانون لفظ الٰہ) مصنفہ مولوی غلام خاں صاحب۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ عام مسلمان انبیاء اولیاء کو عالم غیب بھی مانتے ہیں اور مافوق الاسباب متصرف بھی لہٰذا یہ لوگ کلمہ کے ہی منکر ہیں اور مشرک ہیں۔
لیکن یہ معنی بالکل غلط، قرآن کے خلاف، خود وہابیہ کے عقیدوں کے خلاف، صحابہ کرام اور عام مسلمین کے عقائد کے خلاف ہیں اس لئے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرشتے باذن پروردگار عالم میں تصرف کرتے ہیں کوئی زندوں کو مردہ کرتا ہے (ملک الموت) کوئی ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے۔ کوئی بارش برساتا ہے۔ کوئی حساب قبر لیتا ہے اور یہ سارے کام مافوق الاسباب ہیں تو وہابیہ کے نزدیک یہ سارے الٰہ ہو گئے اسی طرح انبیاء کرام مافوق الاسباب حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کوڑھوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یوسف علیہ السلام اپنی قمیص سے باذن پروردگار نابینا آنکھ کو بینا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب الٰہ ٹھہرے اور ان کا ماننے والا لا الٰہ الا اللہ کا منکر ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر میں کھائی بچائی چیزوں کی خبریں دیتے تھے آصف برخیا تخت بلقیس آن کی آن میں شام میں لے آتے ہیں۔ یہ بھی الٰہ ہوئے غرضیکہ اس تعریف سے کوئی قرآن کا ماننے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ شاید جواہر القرآن والے نے یہ تعریف سوتے میں لکھی ہے یا نشہ میں۔

marfat.com
Marfat.com

مذکورہ بالا امور کی آیات انشاء اللہ تیسرے باب میں پیش ہوں گی۔

(۲) الٰہ برحق کی بڑی پہچان صرف یہ ہے کہ جس کو نبی کی زبان الٰہ کہے، وہ الٰہ برحق ہے اور جس کی الوہیت کا پیغمبر انکار کریں وہ الٰہ باطل ہے۔ تمام کافروں نے سورج چاند، ستاروں، پتھروں کو الٰہ کہا۔ نبی ﷺ نے اس کا انکار کیا سارے جھوٹے اور نبی سچے، رب تعالیٰ کی الوہیت کا سارے فرعونیوں نے انکار کیا۔ کلیم اللہ صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ نے اقرار کیا سارے فرعونی جھوٹے، اور موسیٰ علیہ السلام سچے۔ الٰہ کی پہچان اس سے اعلیٰ ناممکن ہے نبی الٰہ کی دلیل مطلق اور برہان ناطق ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝ (شعراء)

پس جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے۔ وہ بولے کہ ہم ایمان لائے جہانوں کے رب پر جو رب ہے حضرت موسیٰ و ہارون کا۔

رب العالمین کی پہچان یہ بتائی کہ جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا رب ہے ورنہ فرعون کہہ سکتا تھا کہ رب العالمین تو میں ہوں۔ یہ جادوگر مجھ پر ایمان لا رہے ہیں۔ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا۔ آمَنْتُ بِرَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ، میں حضرت موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لایا۔

اس نے بھی رب تعالیٰ کی معرفت بذریعہ ان دو پیغمبروں کے کی۔ اگرچہ اس کا ایمان اس لئے قبول نہ ہوا کہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا۔ جب ایمان کا وقت گذر چکا تھا۔

إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا (بقرہ: ۱۳۳)

جب فرمایا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہ میرے بعد کسے پوجو گے؟ تو وہ بولے کہ آپ کے اور آپ کے باپ داداوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام کے رب کی عبادت کریں گے۔

ان بزرگوں نے بھی سچے الٰہ کی پہچان یہی عرض کی کہ جو پیغمبروں کا بتایا ہوا الٰہ ہے وہی سچا ہے جیسے دھوپ آفتاب کی بڑی دلیل ہے ایسے ہی انبیاء کرام نور الٰہی کی تجلی اولیٰ ہیں۔ ان کا

marfat.com
Marfat.com

فرمان رب تعالیٰ کی قوی برہان ہے۔ اگر کوئی نبی کا فرمان چھوڑ کر اپنی عقل و دانش سے خدا کو پہچانے نہ وہ مومن ہے نہ موحد۔

لفظ الٰہ کی تحقیق

الٰہ اَلَہَ سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں انتہائی بلندی یا حیرانی، الٰہ وہ جو انتہائی بلند و برتر ہو۔ یا جس کی ذات یا صفات میں مخلوق کی عقل حیران رہ جائے۔ قرآن کی اصطلاح میں الٰہ بمعنی مستحق عبادت ہے یعنی معبود۔ جہاں کہیں الٰہ آوے اس کے معنی معبود ہوں گے لا الٰہ نہیں ہے کوئی مستحق عبادت الا اللہ خدا کے سوا مستحق عبادت وہ جس میں یہ صفات ہوں۔ پیدا کرنا، رزق زندگی، موت کا مالک ہونا، خود مخلوق کی صفات سے پاک ہونا، جیسے کھانا، پینا، مرنا، سونا، مخلوق ہونا، کسی عیب کا حامل ہونا وغیرہ۔ دانا غیب مطلق ہونا عالم کا مالک حقیقی ہونا وغیرہ۔ فرماتا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ○ (انبیاء:۲۱)	کیا انہوں نے زمین میں سے معبود بنائے وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

یعنی چونکہ ان بتوں میں پیدا کرنے کی قابلیت نہیں وہ تو خود مخلوق ہیں، لہٰذا وہ خدا نہیں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ (بقرہ:۲۵۵)	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اوروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آوے نہ نیند اس کی ہی وہ چیزیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔
وَ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ (مومنون:۹۱)	اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔ یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا۔
وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ	انہوں نے خدا کے سوا اور خدا ٹھہرا لئے جو کچھ نہیں پیدا کرتے اور خود پیدا کئے

marfat.com
Marfat.com

لَا نَفْسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (فرقان:۳)

جاتے ہیں اور نہیں مالک ہیں اپنی جانوں کے لئے نقصان ونفع کے اور نہیں مالک ہیں مرنے جینے کے اور نہ اٹھنے کے۔

ان جیسی بہت سی آیات سے یہی پتہ لگتا ہے کہ الٰہ حقیقی ہونے کا مدار مذکورہ بالا صفات پر ہے۔ مشرکین کے بتوں اور اللہ تعالیٰ کے دیگر بندوں میں چونکہ یہ صفات موجود نہیں ہیں اور مخلوق کی صفتیں موجود ہیں جیسے کھانا پینا، مرنا، سونا، صاحب اولاد ہونا، لہٰذا وہ الٰہ نہیں ہو سکتے۔

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (مائدہ:۷۵)

اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بہت سچی تھیں۔ یہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔

یعنی حضرت مسیح اور ان کی والدہ صاحبہ چونکہ کھانا کھاتے تھے لہٰذا الٰہ نہیں۔

مشرکین عرب نے اپنے معبودوں میں چونکہ حسب ذیل باتیں مانیں۔ لہٰذا انہیں الٰہ مان لیا اور مشرک ہو گئے۔

(۱) رب تعالیٰ کے مقابل دوسروں کی اطاعت کرنا حق سمجھ کر یعنی ان کا معبود جو کہے وہی حق ہے خواہ رب کے خلاف ہی ہو۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (فرقان:۴۳)

تو دیکھو تو جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا الٰہ بنا لیا تو اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہو گے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا (توبہ:۳۱)

عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح بیٹے مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک خدا کو پوجیں۔

ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے نہ تو اپنی خواہش کو نہ اپنے پادریوں کو خدا مانا مگر چونکہ رب تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

کے مقابلہ میں ان کی اطاعت کی اس لئے انہیں گویا الٰہ بنالیا۔

(۲) کسی کو یہ سمجھنا کہ یہ ہم کو رب تعالیٰ کے مقابلہ میں اس سے بچالے گا۔ یعنی وہ عذاب دینا چاہے تو یہ نہ دینے دیں۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝ (انبیاء:۴۳)

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہمارے مقابل ہم سے بچالیں وہ تو اپنی جانوں کو نہیں بچاسکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے۔

(۳) کسی کو دھونس کا شفیع سمجھنا۔ کہ رب تعالیٰ کے مقابل اس کی مرضی کے خلاف ہمیں اس سے چھوڑا لے گا۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا (زمر:۴۴)

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔ فرمادو کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرمادو کہ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (بقرہ:۲۵۵)

وہ کون ہے جو رب کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرسکے۔

(۴) کسی کو شفیع سمجھ کر پوجنا اسے تعبدی سجدہ کرنا۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس:۱۸)

اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے نزدیک۔

(۵) کسی کو خدا کی اولاد ماننا، پھر اس کی اطاعت کرنا۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ

اور بنایا ان مشرکین نے جنات کو اللہ کا

marfat.com
Marfat.com

خَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍ — شریک حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا اور بنایا اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں۔ (انعام:۱۰۰)

غرضیکہ الٰہ کا مدار صرف اسی پر ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ماننا اور برابری کی وہ ہی صورتیں ہیں جو اوپر کی آیات سے معلوم ہوئیں۔ ہم مخلوق کو سمیع، بصیر زندہ، قادر، مالک، وکیل، حاکم، شاہد اور متصرف مانتے ہیں مگر مشرک نہیں کیونکہ کسی کو ان صفات میں رب تعالیٰ کی طرح نہیں مانتے۔

اعتراض رب تعالیٰ بتوں اور نبیوں، ولیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ (قصص:۶۸) — اور ان کے لئے کوئی اختیار نہیں اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو اختیار ماننا ہی شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں کو اختیار مانتے ہو، تم نے انہیں الٰہ بنالیا۔

جواب یہاں اختیار سے مراد پیدا کرنے کا اختیار ہے اسی لئے فرمایا گیا۔

وَ رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ (قصص:۶۸) — آپ کا رب جو چاہے پیدا کرے۔ اور اختیار فرمائے انہیں کوئی اختیار نہیں۔

بااختیار سے مراد ہے رب تعالیٰ کے مقابل اختیار۔ ورنہ تم بھی بادشاہوں، حاکموں کو بااختیار مانتے ہو۔ اسی لئے ان سے ڈرتے ہو۔

اعتراض رب تعالیٰ نے نبیوں، ولیوں اور بتوں کے لئے فرمایا۔

وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ (یونس:۱۸) — وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع۔

معلوم ہوا۔ کہ کسی کو نافع اور ضار ماننا اسے الٰہ ماننا ہے اور تم بھی نبیوں، ولیوں کو نافع اور ضار مانتے ہو تم بھی مشرک ہوئے۔

جواب ان جیسی آیات میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں نافع ماننا مراد ہے کہ رب تعالیٰ چاہے ہمیں نقصان پہنچانا، اور یہ ہمیں نفع پہنچاویں۔ اس کی تفسیر یہ آیت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (آل عمران:۱۶۰) — اگر خدا تمہیں رسوا کرے تو اس کے بعد تمہیں مدد کون دے گا۔

ورنہ تم بھی بادشاہ حاکموں، بلکہ سانپ، بچھو، دواؤں کو نافع اور نقصان دہ مانتے ہو نیز فرماتا ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (انعام:۱۷) — اگر تجھے اللہ سختی پہنچائے۔ تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور جو تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ آیت ان تمام آیتوں کی تفسیر ہے کہ نفع نقصان سے مراد رب تعالیٰ کے مقابل نفع اور نقصان ہے۔

اعتراض رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا (مریم:۴۲) — ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے باپ تم اسے کیوں پوجتے ہو جو نہ سنے نہ دیکھے نہ تم سے کچھ مصیبت دور کرے۔

معلوم ہوا۔ کہ کسی کو غائبانہ پکار سننے والا، غائبانہ چیز دیکھنے والا، نافع وضار ماننا اسے الٰہ ماننا ہے۔ یہ شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں میں یہ صفات مانتے ہو لہٰذا انہیں الٰہ مانتے ہو۔

جواب اس آیت میں دور سے سننے دیکھنے کا ذکر کہاں ہے۔ یہاں تو کفار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وہ ایسے پتھروں کو پوجتے ہیں جن میں دیکھنے سننے کی بھی طاقت نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ جو سنے دیکھے وہ خدا ہے ورنہ پھر تو ہر زندہ انسان خدا ہونا چاہیے کہ وہ سنتا دیکھتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا (دہر:۲)

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ (اعراف:۱۹۵) — کیا ان بتوں کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے

marfat.com
Marfat.com

وہ دیکھیں۔

اس میں بھی ان کفار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وہ بے آنکھ، بے ہاتھ اور بے پاؤں کی مخلوق کو پوجتے ہیں۔ حالانکہ ان بتوں سے خود یہ بہتر ہیں۔ کہ ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ تو ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے آنکھ، کان ہوں۔ وہ خدا ہو جائے۔

اعتراض | رب تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (طٰہٰ:۸)

اگر تم اونچی بات کہو، تو وہ پوشیدہ اور چھپی باتوں کو جان لیتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ الہٰ کی شان یہ ہے کہ اونچی نیچی، ظاہر چھپی سب باتوں کو جانے، اگر کسی نبی ولی میں یہ طاقت مانی گئی تو اسے الہٰ مان لیا گیا اور شرک ہو گیا۔

جواب | خدا کی یہ صفات ذاتی قدیم، غیر فانی ہیں۔ اسی طرح کسی میں یہ صفات ماننا شرک ہے اس نے اپنے بندوں کو ظاہر پوشیدہ باتیں جاننے کی قوت بخشی ہے۔ یہ قوت بہ عطاء الہٰی عارضی غیر میں ماننا عین ایمان ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ (ق:۱۸)

بندہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک محافظ تیار بیٹھا ہے۔

یعنی اعمالنامہ لکھنے والا فرشتہ انسان کا ہر ظاہر اور پوشید کلام لکھتا ہے اگر اس فرشتے کو ہر ظاہر باطن کا علم نہ ہوتا تو لکھتا کیسے ہے؟

وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۝ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (انفطار:۱۲)

اور بیشک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں ہر وہ جو تم کرو۔

پتہ لگا۔ کہ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے ہمارے ہر چھپے اور ظاہر عمل کو جانتے ہیں ورنہ تحریر کیسے کریں۔

اعتراض | رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًاۙ (جن:۶)

اور کچھ انسانوں کے مرد کچھ جنوں کے مردوں کی پناہ لیتے تھے اور اس سے ان کا اور تکبر بڑھ گیا۔

معلوم ہوا۔ کہ خدا کے سوا کسی کی پناہ لینا کفر و شرک ہے۔ فرماتا ہے۔

وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (مومنون:۸۸)

وہ رب پناہ دیتا ہے اور اس پر پناہ نہیں دی جاتی۔

جواب | ان آیات میں رب تعالیٰ کے مقابل پناہ لینا مراد ہے نہ کہ اس کے اذن سے اس کے بندوں کی پناہ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (نساء:۶۴)

اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آجاویں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کی مغفرت کی دعا کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اگر یہ مراد نہ ہو تو ہم سردی گرمی میں کپڑوں مکانوں سے پناہ لیتے ہیں۔ بیماری میں حکیم سے، مقدمہ میں حاکموں سے یہ سب شرک ہو جاوے گا۔

اعتراض | خدا کے سوا کسی کو علم غیب ماننا شرک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل:۶۵)

فرمادو جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

علم غیب دلیل الوہیت ہے۔ جسے عالم غیب مانا اسے الٰہ مان لیا۔ (جواہر القرآن)

جواب | اگر علم غیب دلیل الوہیت ہے تو ہر مومن الٰہ ہے کیونکہ ایمان بالغیب کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوتا يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اور بغیر علم کے ایمان ناممکن ہے اور ملک الموت، ابلیس، فرشتہ کاتب تقدیر بھی الٰہ ہو گئے کہ ان سب کو بہت علوم غیبیہ دیئے گئے ہیں رب فرماتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (عراف:۲۷)　　وہ ابلیس اور اس کے قبیلہ والے تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

غیب کے متعلق نفی کی آیات بھی ہیں اور ثبوت کی بھی۔ نفی کی آیات میں واجب قدیم کل ذاتی علم مراد ہے اور ثبوت کی آیات میں عطائی ممکن۔ بعض عارضی علم مراد۔ رب فرماتا ہے۔

وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (انعام:۵۹)　　نہیں ہے کوئی خشک و تر چیز مگر وہ روشن کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

وَ تَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ (یونس:۳۷)　　قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے اس میں شک نہیں۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (نحل:۸۹)　　ہم نے آپ پر قرآن اتارا تمام چیزوں کا روشن بیان۔

اگر کسی کو علم غیب نہیں دینا تھا تو لکھا کیوں؟ اور جب لکھا گیا تو جو فرشتے لوح محفوظ کے حافظ ہیں تو انہیں علم ہے یا نہیں۔ ضرور ہے تو چاہئے کہ یہ سب اللہ بن جائیں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ حکم صرف اللہ کا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (انعام:۵۷)　　نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا (بنی اسرائیل:۲)　　میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا (احزاب:۳۹)　　اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

تو چاہئے کہ وکیل ہونا، حکم ہونا، حسیب ہونا، الوہیت کی دلیل ہو جسے وکیل مانا اسے خدا مان لیا۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا　　کار طفلاں تمام خواہد شد!

marfat.com
Marfat.com

ولی

لفظ، ولی، ولیٌ یا ولایۃ سے بنا ہے۔ ولی کے معنی قرب اور ولایت کے معنی حمایت ہیں لہٰذا ولی کے لغوی معنی قریب، والی، حمایتی ہیں قرآن شریف میں یہ لفظ اتنے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ دوست، قریب، مددگار، والی، وارث، معبود، مالک، ہادی۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (مائدہ:۵۵)

تمہارا دوست یا مددگار صرف اللہ اور اس کے رسول اور وہ مومن ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (حم السجدہ:۳۱)

ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں۔

فَاللّٰهُ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (تحریم:۴)

پس نبی کا مددگار اللہ ہے اور نیک مومن ہیں اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (نساء:۷۵)

پس بنا دے تو ہمارے لئے اپنے پاس سے والی اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب:۶)

نبی زیادہ قریب یا زیادہ مالک ہیں مسلمانوں کے بمقابلہ ان کی جانوں کے اور ان کی (نبی کی) بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

ان آیتوں میں ولی کے معنی قریب، دوست، مددگار، مالک ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں

marfat.com
Marfat.com

بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (انفال:۷۲)

نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ان کے بعض بعض کے وارث ہیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی وارث ہے کیونکہ شروع اسلام میں مہاجر و انصار ایک دوسرے کے وارث بنا دیے گئے تھے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا (انفال:۷۲)

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی۔ انہیں ان کی وراثت سے کچھ نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں۔

اس آیت میں بھی ولی سے مراد وارث ہے کیونکہ اول اسلام میں غیر مہاجر، مہاجر کا وارث نہ ہوتا تھا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (انفال:۷۳)

اور کافر بعض بعض کے وارث ہیں۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (انفال:۷۵)

رشتہ دار بعض بعض کے وارث ہیں۔

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:۶)

تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث و جانشین ہو۔

ان آیات میں بھی ولی سے مراد وارث ہے۔ جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ

اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی والی ہے کہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حامی والی شیطان

marfat.com
Marfat.com

النُّوۡرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ (بقرہ: ۲۵۷)	ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی حامی والی ہے۔ بعض آیات میں ولی بمعنی معبود آیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى (زمر: ۳)	جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے اور کہتے ہیں کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے آگے فرمایا گیا۔ مَا نَعۡبُدُهُمۡ۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا ۝ (کہف: ۱۰۲)	تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو معبود بنالیں۔ بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے۔ اس لئے ان ولی بنانے والوں کو کافر کہا گیا کیونکہ کسی کو دوست اور مددگار بنانے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا ہے معبود بنانے سے کافر ہوتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۖۚ اِتَّخَذَتۡ بَيۡتًا (عنکبوت: ۴۱)	ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا۔ مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے کہ یہاں کفار کی مذمت بیان ہو رہی ہے اور کافر ہی دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔

ولی اللہ۔ ولی من دون اللہ

ولی بمعنی دوست یا مددگار دو طرح کے ہیں ایک اللہ کے ولی، دوسرے اللہ کے مقابل ولی۔ اللہ کے ولی وہ ہیں جو اللہ سے قرب رکھتے ہیں اور اس کے دوست ہوں اور اسی وجہ سے دنیا والے انہیں دوست رکھتے ہیں۔ ولی من دون اللہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خدا کے

marfat.com
Marfat.com

دشمنوں کو دوست بنایا جائے جیسے کافروں، یا بتوں یا شیطان کو، دوسرے یہ کہ اللہ کے دوستوں یعنی نبی ولی کو خدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے۔ کہ خدا کا مقابلہ کر کے یہ ہمیں کام آئیں گے۔ ولی اللہ کو ماننا عین ایمان ہے اور ولی من دون اللہ بنانا عین کفر وشرک ہے۔ ولی اللہ کے لئے یہ آیت ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ۝ (یونس: ۶۳)

خبردار! اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

اس آیت میں ولی اللہ کا ذکر ہے۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران: ۲۸)

مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ۝ (بقرہ: ۱۰۷)

اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان دو آیتوں میں ولی من دون اللہ کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں دشمنان خدا کو دوست بنانے کی ممانعت ہے۔ دوسری میں خدا کے مقابل دوست کی نفی ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کے مقابل دنیا میں کوئی مددگار نہیں نہ ولی، نہ پیر، نہ نبی۔ یہ حضرات جس کی مدد کرتے ہیں اللہ کے حکم اور اللہ کے ارادے سے کرتے ہیں۔

ولی یا اولیاء کے ان معانی کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے بے موقعہ ترجمہ بدعقیدگی کا باعث ہوتا ہے۔ مثلاً اگر نمبر ۱ آیت اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ (مائدہ: ۵۵) الآیۃ کا ترجمہ یہ کر دیا جائے کہ تمہارے معبود اللہ رسول اور مومنین ہیں تو شرک ہو گیا۔ اور اگر وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ کے یہ معنی کر دیئے جائیں کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کفر ہو گیا۔ کیونکہ قرآن نے بہت سے مددگاروں کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا انکار ہو گیا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ کافروں، ملعونوں کا کوئی مددگار نہیں۔ معلوم ہوا کہ مومنوں کے مددگار ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (نساء:۵۲) — اور جس پر خدا لعنت کردے اس کے لئے مددگار کوئی نہ پاؤ گے۔

وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (سورہ شوریٰ:۴۴) — اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے پیچھے کوئی مددگار نہیں۔

وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (کہف:۱۷) — جسے اللہ گمراہ کردے اس کیلئے ہادی مرشد آپ نہ پائیں گے۔

دعا

دعا دعوٌ یا دعوتٌ سے بنا ہے۔ جس کے معنی بلانا یا پکارنا ہے۔ قرآن شریف میں لفظ دعا پانچ معنی میں استعمال ہوا ہے پکارنا، بلانا، مانگنا یا دعا کرنا، پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا، تمنا آرزو کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (احزاب:۵) — انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک عدل ہے۔

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ (آل عمران:۱۵۳) — اور پیغمبر تم کو تمہارے پیچھے پکارتے تھے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور:۶۳) — رسول کے پکارنے کو بعض کے بعض کو پکارنے کی طرح نہ بناؤ۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا بمعنی پکارنا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (نحل:۱۲۵) — اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔

وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ — اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا۔

marfat.com
Marfat.com

(بقرہ: ۲۳)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (آل عمران: ۱۰۴)	اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے۔

ان جیسی آیات میں دعا کے معنی بلانے کے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (اعراف: ۵۵)	اپنے رب سے عاجزی سے خفیہ طور پر دعا مانگو۔
اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ابراہیم: ۳۹)	بیشک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (ابراہیم: ۴۰)	اے ہمارے رب میری دعا سن لے۔
فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (عنکبوت: ۶۵)	جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا سے دعا مانگتے ہیں دین کو اس کے لئے خالص کرکے۔
وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (مریم: ۴)	اے میرے رب میں تجھ سے دعا مانگنے میں کبھی نامراد نہ رہا۔
اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ: ۱۸۶)	میں دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دعا کرتا ہے۔
وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (مومن: ۵۰)	اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بربادی میں
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ (آل عمران: ۳۸)	وہاں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔

marfat.com
Marfat.com

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی دعا مانگنا ہیں، رب فرماتا ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ (حم السجدہ: ۳۱)	اور تمہارے لئے جنت میں وہ ہوگا جو تمہارے دل چاہیں۔ اور تمہارے لئے وہاں وہ ہوگا جس کی تم تمنا کرو۔

اس آیت میں دعا بمعنی آرزو کرنا چاہنا خواہش کرنا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (اعراف: ۱۹۴)	جنہیں خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔
وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (جن: ۱۸)	بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔
وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (احقاف: ۵)	اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسوں کو پوجتا ہے جو اس کی عبادت قبول نہ کرے قیامت تک۔
قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا (مومن: ۷۴)	کافر کہیں گے کہ غائب ہو گئے ہم سے بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہ پوجتے تھے
وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ (نحل: ۲۱)	اور وہ جن کی یہ مشرکین پوجا کرتے ہیں اللہ کے سوا وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں یہ مردے ہیں زندہ نہیں۔
وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ (نحل: ۸۶)	اور جب مشرکین اپنے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے رب ہمارے یہ ہمارے وہ معبود ہیں جنہیں ہم

marfat.com
Marfat.com

تیرے سوا پوجا کرتے تھے۔

ان جیسی تمام وہ آیات جن میں غیر خدا کی دعا کو شرک وکفر کہا گیا یا اس پر جھڑکا گیا ان سب میں دعا کے معنی عبادت (پوجا) ہے اور یدعون کے معنی ہیں وہ پوجتے ہیں۔ اس کی تفسیر قران کی ان آیتوں نے کی ہے جہاں دعا کے ساتھ عبادت یا الٰہ کا لفظ آ گیا ہے فرماتا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (مومن:٦٦)	وہ ہی زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسے پوجو۔ اس کے لئے دین کو خالص کر کے سب خوبیاں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔

اس آیت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اَنْ اَعْبُدَ نے صاف بتادیا کہ یہاں دعا سے پوجنا مراد ہے نہ کہ پکارنا۔

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (مومن:٦٠)	اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر دوزخ میں جائیں گے۔

یہاں دعا سے مراد دعا مانگنا ہے اور دعا بھی عبادت ہے اس لئے ساتھ ہی عبادت کا ذکر ہوا فقط پکارنا مراد نہیں۔

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (احقاف:٦)	اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا اس کی پوجا کرتا ہے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں۔ اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو یہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوجاویں گے۔

marfat.com
Marfat.com

یہاں بھی دعا سے مراد پکارنا نہیں بلکہ پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا مراد ہے کیونکہ ساتھ ہی ان کے اس فعل کو عبادت کہا گیا ہے ان آیات نے ان تمام آیات کی شرح کر دی جہاں غیر خدا کی دعا کو شرک فرمایا گیا اور بتا دیا کہ وہاں دعا سے مراد پوجنا یا دعا مانگنا ہے اور دعا بھی عبادت ہے اگر غیر خدا کو پکارنا شرک ہوتا تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا ان سے ان آیات کا تعارض ہو جاتا۔ پکارنے کی آیات ہم نے ابھی پیش کر دیں اس لئے عام مفسرین ان ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنی عبادت کرتے ہیں ان کی یہ تفسیر قرآن کی ان آیتوں سے حاصل ہے۔

اعتراض دعا کے معنی کسی لغت میں عبادت نہیں دعا کے معنی بلانا ندا کرنا عام لغت میں مذکور ہیں لہذا ان تمام آیتوں میں اس کے معنی پکارنا ہی ہیں۔ (جواہر القرآن)

جواب اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ دعا کے لغوی معنی پکارنا اور اصطلاحی معنی عبادت ہیں قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا جہاں دعا کی اجازت ہے۔ وہاں لغوی پکارنا مراد ہیں اور جہاں غیر خدا کی دعا سے ممانعت ہے وہاں عرفی معنی پوجنا مراد ہیں۔ جیسے لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعا ہیں اور عرفی معنی نماز۔ قرآن میں اقیمو الصَّلٰوۃ میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے اور صَلِّ عَلَیۡهِمۡ (توبہ ۱۰۳) اور صَلُّوۡا عَلَیۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (احزاب ۵۶) میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے تمہارا اعتراض ایسا ہے جیسے کوئی نماز کا انکار کرد ے اور کہے قرآن میں جہاں بھی صلوٰۃ آیا ہے وہاں دعا مراد ہے۔ کیونکہ یہی اس کے لغوی معنی ہیں ایسے ہی طواف کے لغوی معنی گھومنا ہیں اور اصطلاحی معنی ایک خاص عبادت ہیں قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا۔

دوسرے یہ کہ واقعی دعا کے معنی پکارنا ہیں مگر پکارنے کی بہت سی نوعیتیں ہیں جن میں سے کسی کو خدا سمجھ کر پکارنا عبادت ہے ممانعت کی آیات میں یہی مراد ہے۔ یعنی کسی کو خدا سمجھ کر پکارے۔ اس کی تصریح قرآن کی اس آیت نے فرما دی۔

وَمَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ — اور جو خدا کے ساتھ دوسرے خدا کو پکارے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل

marfat.com
Marfat.com

نہیں تو اس کا حساب رب کے پاس ہے۔ (مومنون:۱۱۷)

اس آیت نے خوب صاف فرما دیا کہ پکارنے سے خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے۔

اعتراض ان ممانعت کی آیتوں میں پکارنا ہی مراد ہے۔ مگر کسی کو دور سے پکارنا مراد ہے یہ سمجھ کر کہ وہ سن رہا ہے یہی شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کی ان آیتوں میں دور ونزدیک کا ذکر نہیں یہ قید آپ نے اپنے گھر سے لگائی ہے نیز یہ قید خود قرآن کی اپنی تفسیر کے بھی خلاف ہے لہٰذا مردود ہے نیز اگر دور سے پکارنا شرک ہو تو سب مشرک ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے حضرت ساریہ کو پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں تھے۔ حضرت ابراہیم نے کعبہ بنا کر تمام دور کے لوگوں کو پکارا اور تمام روحوں نے جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھیں انہوں نے سن لیا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے آج نمازی حضور علیہ السلام کو پکارتا ہے السلام علیک ایھا النبیُّ اے نبی آپ پر سلام ہو۔ اگر یہ شرک ہو جاوے تو ہر نمازی کی نماز تو پیچھے ختم ہو اگلے ایمان پہلے ختم ہو جاوے۔ آج ریڈیو کے ذریعہ دور سے لوگوں کو پکارتے ہیں اور وہ سن لیتے ہیں اگر کہا جاوے کہ ریڈیو کی بجلی کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت دور سے سننا شرک نہیں۔ تو ہم بھی کہیں گے۔ کہ نبوت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت سننا شرک نہیں۔ غرضیکہ یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض ممانعت کی آیتوں میں مردوں کو پکارنا مراد ہے۔ یعنی مرے ہوئے کو پکارنا یہ سمجھ کر وہ سن رہا ہے۔ شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب یہ بھی غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ قید تمہارے گھر کی ہے۔ قرآن میں نہیں آئی۔ رب تعالیٰ نے مردہ، زندہ، غائب، حاضر دور ونزدیک کی قید لگا کر ممانعت نہ فرمائی۔ لہٰذا یہ قید باطل ہے دوسرے یہ کہ یہ تفسیر خود قرآن کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اس نے فرمایا کہ دعا سے مراد عبادت ہے تیسرے یہ کہ اگر مردوں کو پکارنا شرک ہو۔ تو ہر نمازی نماز میں حضور کو پکارتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبیُّ اے نبی آپ پر سلام ہو۔ حالانکہ حضور وفات پاچکے ہیں ہم کو حکم ہے کہ قبرستان جا کر یوں سلام کریں۔ السلام علیک دار قوم من

marfat.com

Marfat.com

اَلْمُسْلِمِیْنَ اے مسلمانوں کے گھر والوتم پر سلام ہو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کی ہوئی چڑیوں کو پکارا اور انہوں نے سن لیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا (بقرہ:۲۶۰) پھر ان مرے ہوئے پرندوں کو بلاؤ پکارو وہ دوڑتے ہوئے تم تک آجائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد پکارا۔ صالح علیہ السلام کا قصہ سورۂ اعراف میں اس طرح بیان ہوا۔

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِن لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (اعراف:۷۸۔۷۹)

تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا۔ تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا۔ اے میری قوم بیشک میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

شعیب علیہ السلام کا واقعہ اسی سورۂ اعراف میں کچھ آگے یوں بیان فرمایا۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝ (اعراف:۹۳)

شعیب نے ہلاکت کفار کے بعد ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! میں نے تجھے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی تو میں کافر قوم پر کیسے غم کروں۔

ان دونوں آیتوں میں فَتَوَلّٰى کی ف سے معلوم ہوا۔ کہ ان دونوں پیغمبروں علیہم الصلوٰت والسلام کا یہ خطاب قوم کی ہلاکت کے بعد تھا۔ خود ہمارے نبی ﷺ نے بدر کے دن مرے ہوئے ابو جہل، ابولہب، امیہ ابن خلف وغیرہ کفار سے پکار کر خطاب فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر فرمایا۔ کہ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔

کہیے! اگر قرآن کے فتویٰ سے مردوں کو پکارنا شرک ہے۔ تو انبیاء کرام کے اس پکارنے کا کیا

marfat.com
Marfat.com

جواب دو گے۔ غرضیکہ یہ اعتراض محض باطل ہے۔

اعتراض کسی کو دور سے حاجت روائی کے لئے پکارنا شرک ہے اور ممانعت کی آیتوں میں یہی مراد ہے لہٰذا اگر کسی نبی ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارا گیا کہ وہ ہمارے حاجت روا ہیں تو شرک ہو گیا۔ (جواہر القرآن)

جواب یہ اعتراض بھی غلط ہے اولاً تو اس لئے کہ قرآن کی ممانعت والی آیتوں میں یہ قید نہیں۔ تم نے اپنے گھر سے لگائی ہے لہٰذا معتبر نہیں۔ دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم نے بتا دیا۔ کہ اللہ کے بندے دور سے سنتے ہیں۔ خواہ نور نبوت سے یا نور ولایت سے دوسرے باب میں ہم عرض کریں گے۔ کہ قرآن کہہ رہا ہے۔ کہ اللہ کے بندے حاجت روا، مشکل کشا بھی ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں علیحدہ علیحدہ صحیح ہیں تو ان کا مجموعہ شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ قرآن فرما رہا ہے۔ کہ اللہ کے بندے وفات کے بعد سن بھی لیتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں جو خاص خاص کو محسوس ہوتا ہے، رب فرماتا ہے۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۝ (زخرف: ۴۵)

اے حبیب ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے۔ کیا ہم نے خدا کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جاوے۔

غور کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انبیاء سابقین وفات پا چکے تھے۔ مگر رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے محبوب! ان وفات یافتہ رسولوں سے پوچھ لو کہ کیا کوئی خدا کے سوا اور معبود ہے اور پوچھا اس سے جاتا ہے۔ جو سن بھی لے اور جواب بھی دے۔ پتہ لگا کہ اللہ کے بندے بعد وفات سنتے اور بولتے ہیں معراج کی رات سارے وفات یافتہ رسولوں نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر وفات یافتہ رسولوں نے حج میں شرکت کی اور حج ادا کیا۔ اس بارے میں بہت سی صریح احادیث موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا قرآن کریم میں بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے ہر جگہ اس کے

marfat.com
Marfat.com

وہ معنی کرنا چاہئیں جو وہاں کے مناسب ہیں جن وہابیوں نے ہر جگہ اس کے معنی پکارنا کئے ہیں۔ وہ ایسے فحش غلط ہیں جس سے قرآنی مقصد فوت ہی نہیں بلکہ بدل جاتا ہے۔ اسی لئے وہابیوں کو اس پکارنے میں بہت سی قیدیں لگانی پڑتی ہیں کبھی کہتے ہیں غائب کو پکارنا، کبھی کہتے ہیں مردہ کو پکارنا، کبھی کہتے ہیں دور سے سنانے کے لئے پکارنا، کبھی کہتے ہیں مافوق الاسباب سنانے کے لئے دور سے پکارنا شرک ہے۔ مگر پھر بھی نہیں مانتے، پھر تعجب ہے کہ جب کسی کو پکارنا عبادت ہوا تو عبادت کسی کی بھی کی جائے شرک ہے زندہ کی یا مردہ کی، قریب کی یا دور کی، پھر یہ قیدیں بے کار ہیں۔ غرضیکہ یہ معنی نہایت ہی غلط ہیں ان جگہوں میں دعا سے مراد پوجنا ہے۔ اس معنی پر نہ کسی قید کی ضرورت ہے نہ کوئی دشواری پیش آسکتی ہے۔

نوٹ ضروری اللہ کے پیارے وفات کے بعد زندوں کی مدد کرتے ہیں قرآن شریف سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: ۸۱)

یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت سے پتہ لگا۔ کہ میثاق کے دن رب تعالیٰ نے انبیاء کرام سے دو وعدے لئے ایک حضور ﷺ پر ایمان لانا، دوسرے حضور ﷺ کی مدد کرنا اور رب تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ نبی آخر الزماں ﷺ ان میں سے کسی کی زندگی میں نہ تشریف لائیں گے۔ پھر بھی انہیں ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا۔ کہ روحانی ایمان اور روحانی مدد مراد ہے اور انبیاء کرام نے دونوں وعدوں کو پورا کیا کہ معراج کی رات سب نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ ایمان کا ثبوت ہے بہت سے پیغمبروں نے حج الوداع میں شرکت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شب معراج دین مصطفےٰ ﷺ کی اس طرح مدد کی کہ پچاس نمازوں

marfat.com
Marfat.com

کی پانچ کرادیں۔ اب بھی وہ حضرات انبیاء مسلمانوں کی اور حضور کے دین کی روحانی مدد فرمارہے ہیں۔ اگر یہ مدد نہ ہوا کرتی تو یہ عہد لغو ہوتا۔ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں اس عہد کو ظاہری طور پر بھی پورا فرمانے کے لئے تشریف لائیں گے۔

عبادت

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں عبادت بھی بہت اہم اور نازک اصطلاح ہے۔ کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف میں بہت کثرت سے آیا ہے اور اس کے معنے میں نہایت باریکی ہے اطاعت تعظیم، عبادت ان تینوں میں نہایت لطیف فرق ہے بعض لوگ اس نازک فرق کا اعتبار نہیں کرتے۔ ہر تعظیم کو بلکہ ہر اطاعت کو عبادت کہہ کر سارے مسلمانوں بلکہ اپنے بزرگوں کو بھی مشرک وکافر کہہ دیتے ہیں اس لئے اس کا مفہوم، اس کا مقصود، بہت غور سے سنئے۔

عبادت عبدٌ سے بنا ہے۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں بندہ بننا یا اپنی بندگی کا اظہار کرنا۔ جس سے لازم آتا ہے معبود کی الوہیت کا اقرار کرنا مفسرین نے اس کی تعریف انتہائی تعظیم بھی کی ہے اور انتہائی عاجزی بھی۔ دونوں تعریفیں درست ہیں۔ کیونکہ عابد کی انتہائی عاجزی سے معبود کی انتہائی تعظیم لازم ہے۔ اور معبود کی انتہائی تعظیم سے عابد کی انتہائی عاجزی مستلزم، انتہائی تعظیم کی حد یہ ہے کہ معبود کی وہ تعظیم کی جاوے جس سے زیادہ تعظیم ناممکن ہو اور اپنی ایسی عاجزی کی جاوے جس سے نیچے کوئی درجہ متصور نہ ہو اس لئے۔

عبادت کی شرط

یہ ہے کہ بندگی کرنے والا معبود کو الٰہ اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھے یہ سمجھ کر جو تعظیم بھی اس کی کرے گا عبادت ہوگی۔ اگر اسے الٰہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ، نبی، ولی، باپ، استاد، پیر، حاکم، بادشاہ سمجھ کر تعظیم کرے تو اس کا نام اطاعت ہوگا۔ توقیر، تعظیم، تجلیل ہوگا عبادت نہ ہوگا۔ غرضیکہ اطاعت و تعظیم تو اللہ تعالیٰ اور بندوں سب کی ہوسکتی ہے لیکن عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوسکتی ہے بندے کی نہیں اگر بندے کی عبادت کی تو شرک ہوگیا اور اگر بندے کی تعظیم کی تو جیسا بندہ ویسا اس کی تعظیم کا حکم۔ کوئی تعظیم کفر ہے جیسے گنگا جمنا ہولی، دیوالی کی تعظیم، کوئی

marfat.com

Marfat.com

تعظیم ایمان ہے جیسے پیغمبر کی تعظیم کوئی تعظیم ثواب ہے کوئی گناہ۔ اسی لئے قرآن کریم میں عبادت کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ یا رب یا الٰہ کا ذکر ہے اور اطاعت و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے اور نبی کا بھی، ماں باپ کا بھی حاکم کا بھی فرماتا ہے۔

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرائیل: ۲۳)	آپ کے رب نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔
مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ (مائدہ: ۱۱۷)	نہیں کہا تھا میں نے ان سے مگر وہ "ہی" جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (بقرہ: ۲۱)	اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔
نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ (بقرہ: ۱۳۳)	ہم عبادت کریں گے آپ کے الٰہ کی اور آپ کے باپ داداوں ابراہیم اسمٰعیل اور اسحٰق کے الٰہ کی علیہم السلام۔
قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَۙ (کافرون: ۱-۲)	فرما دو، اے کافرو جن کی تم پوجا کرتے ہو ان کی پوجا میں نہیں کرتا۔

ان جیسی ساری عبادت کی آیتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا لیکن اطاعت و تعظیم میں سب کا ذکر ہوگا۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (نساء: ۵۹)	اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء: ۸۰)	جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

marfat.com
Marfat.com

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (فتح:۹) نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ (اعراف:۱۵۷) پس جو ایمان لائے نبی پر اور تعظیم کی ان کی اور مدد کی۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (حج:۳۲) اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلی پرہیز گاری ہے۔

غرضیکہ تعظیم واطاعت بندے کی بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن عبادت صرف اللہ کی جب عبادت میں یہ شرط ہے کہ الٰہ جان کر کسی کی تعظیم کرنا۔ تو یہ بھی سمجھ لو کہ الٰہ کون ہے اس کی پوری تحقیق ہم الٰہ کی بحث میں کر چکے کہ الٰہ وہ ہے جسے خالق مانا جائے یا خالق کے برابر۔ برابری خواہ خدا کی اولاد مان کر ہو یا اس کی طرح مستقل مالک، حاکم، حی، قیوم مان کر یا اللہ تعالیٰ کو اس کا حاجت مند مان کر ہو ایک ہی کام اس عقیدے سے ہو تو عبادت ہے اور اس عقیدے کے بغیر ہو تو عبادت نہیں دیکھو رب تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا، کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (حجر:۲۹) پس جب میں انہیں برابر کردوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم ان کیلئے سجدہ میں گر جاؤ۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (یوسف:۱۰۰) اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اٹھا لیا اور وہ سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کر فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا اور بھی امتوں میں سجدہ کا رواج تھا کہ چھوٹے بڑوں کو سجدہ کرتے تھے پھر یہ بھی فرمایا۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ (حم سجدہ:۳۷) سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے انہیں پیدا کیا۔

marfat.com
Marfat.com

اس قسم کی بہت سی آیتوں میں سجدہ کرنے کو منع فرمایا گیا۔ بلکہ اسے کفر قرار دیا گیا پچھلی آیتوں میں سجدہ تعظیمی مراد ہے اور ان آیتوں میں سجدہ تعبدی مراد ہے بندوں کو تعبدی سجدہ نہ اس سے پہلے کسی دین میں جائز تھا نہ ہمارے اسلام میں جائز۔ ہمیشہ سے یہ شرک ہے۔ سجدہ تعظیمی پہلے دینوں میں جائز تھا ہمارے اسلام میں حرام۔ لہٰذا کسی کو سجدہ تعظیمی کرنا اب حرام ہے شرک نہیں۔ لیکن سجدہ تعبدی کرنا شرک ہے ایک ہی کام الوہیت کے عقیدے سے شرک ہے اور بغیر عقیدہ الوہیت شرک نہیں۔ مسلمان سنگ اسود مقام ابراہیم، آب زمزم کی تعظیم کرتے ہیں۔ مشرک نہیں مگر ہندو بت یا گنگا جل کی تعظیم کرے تو مشرک ہے کیونکہ مومن کا عقیدہ ان چیزوں کی الوہیت کا نہیں اور کفار کا عقیدہ الوہیت کا ہے۔

عبادت کی قسمیں

عبادت بہت طرح کی ہے جانی، مالی، بدنی، وقتی وغیرہ۔ مگر اس کی قسمیں دو ہیں ایک وہ جس کا تعلق براہ راست رب تعالیٰ سے ہو۔ کسی بندے سے نہ ہو جیسے نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ کہ بندہ ان کاموں سے صرف رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے بندے کی رضا کا اس میں دخل نہیں۔ دوسرے وہ جن کا تعلق بندے سے بھی ہے اور رب تعالیٰ سے بھی یعنی جن بندوں کی اطاعت کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کی اطاعت خدا کو راضی کرنے کے لئے رب کی عبادت ہے۔ جیسے والدین کی فرمانبرداری، مرشد استاد کی خوشنودی، نبی ﷺ پر درود شریف، اہل قرابت کے حقوق کی ادائگی غرضیکہ کوئی جائز کام ہو اگر اس میں رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کر لی جائے تو وہ رب تعالیٰ کی عبادت بن جاتے ہیں۔ اور ان پر ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ جو اپنے بیوی بچوں کو کما کر اس لئے کھلائے۔ کہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ رب تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے تو کمانا بھی عبادت ہے اور جو خدا کا رزق اس لئے کھائے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا۔ اور حضور ﷺ کی سنت ہے۔ اداء فرض کا ذریعہ ہے تو کھانا بھی عبادت ہے اسی لئے مجاہد فی سبیل اللہ غازی کا کھانا پینا، سونا، جاگنا عبادت ہے۔ بلکہ ان کے گھوڑوں کی رفتار بھی عبادت ہے

marfat.com
Marfat.com

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝ (عٰدیٰت: ۱۔۳)

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں سینے کی آواز نکالتے۔ پھر سم مار کر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں۔ پھر صبح ہوتے ہی کفار کو تاخت وتاراج کرتے ہیں۔

لہٰذا ماں باپ کو راضی کرنا، ان کی اطاعت کرنا، رب تعالیٰ کی عبادت ہے نبی ﷺ پر جان و مال قربان کرنا اس سرکار کی اطاعت ہے اور رب تعالیٰ کی عبادت بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ موجودہ وہابی اس الوہیت کی قید سے بے خبر رہ کر نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو شرک کہہ دیتے ہیں ان کے ہاں محفل میلاد شریف شرک، قبروں پر جانا شرک، عید کو سویاں پکانا شرک نعلین کو بوسہ دینا شرک، گویا قدم قدم پر شرک ہے اور ساری مشرکین و کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

اعتراض کسی کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے۔ اور اس کے سامنے جھکنا بندگی ہے۔ (جواہر القرآن تقویۃ الایمان)

جواب یہ غلط ہے۔ ہم حکام وقت کی تعظیم کرتے ہیں یہ سمجھ کر بہت سی مشکلات میں ان کے پاس جانا پڑتا ہے کیا یہ عبادت ہے؟ ہرگز نہیں۔ حکیم استاد کی تعظیم کی جاتی ہے کہ ان سے کام نکلتے رہتے ہیں۔ یہ عبادت نہیں۔

اعتراض کسی کو مافوق الاسباب متصرف مان کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے اور یہ ہی شرک ہے۔

جواب یہ بھی غلط ہے فرشتے مافوق الاسباب تصرف کرتے ہیں یہ جان نکالتے ہیں۔ ماں کے پیٹ میں بچے بناتے ہیں۔ بارش برساتے ہیں عذاب الٰہی لاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر فرشتوں کی تعظیم کرنا ان کی عبادت ہے۔ نہیں۔ نبی ﷺ نے انگلیوں سے پانی کے چشمے باذن اللہ جاری کر دیئے چاند پھاڑ ڈالا۔ ڈوبا سورج واپس بلا لیا کنکروں، پتھروں سے کلمہ پڑھوا لیا۔ درختوں جانوروں سے اپنی گواہی دلوائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ

marfat.com

Marfat.com

مردے زندہ کئے اندھے، کوڑھی اچھے کئے۔ یہ سارے کام مافوق الاسباب کئے اس لئے ان کی تعظیم کرنا عبادت ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انہیں خدا کے برابر کوئی نہیں مانتا خدا کے برابر ماننا ہی عبادت کے لئے لئے شرط اول ہے۔ یہ سب اللہ کے بندے اللہ کے اذن و ارادے سے کرتے ہیں اسی لئے حضرت صالح وحضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت نوح اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کو پہلی تبلیغ یہ ہی فرمائی۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ — اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (ہود: ۵۰)

یعنی میری اطاعت کرنا تعظیم کرنا، توقیر بجالانا، مجھے تمام قوم سے افضل سمجھنا، لیکن مجھے خدا یا خدا کی اولاد یا خدا کے برابر یا خدا کو میرا احتاج نہ سمجھنا۔ اور ایسا عقیدہ رکھ کر میری تعظیم نہ کرنا۔ کیونکہ اس عقیدے سے کسی کی تعظیم وتوقیر عبادت ہے۔ اور عبادت خدا کے سوا کسی کی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سچی سمجھ عطا فرمائے۔ اس میں بہت بڑے لوگ ٹھوکریں کھاجاتے ہیں۔

من دون اللہ

قرآن شریف میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ عبادت کے ساتھ بھی آیا ہے تصرف اور مدد کے ساتھ بھی، ولی ونصیر کے ساتھ بھی شہید اور وکیل کے ساتھ بھی، شفیع کے ساتھ بھی، ہدایت، ضلالت کے ساتھ بھی جیسے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والوں پر مخفی نہیں اور ہم بھی ہر طرح کی آیات گذشتہ مضامین میں پیش کرچکے ہیں۔

اس لفظ دون کے معنی سواء اور علاوہ ہیں۔ مگر یہ معنی قرآن کی ہر آیت میں درست نہیں ہوتے اگر ہر جگہ اس کے معنی سواء کئے جائیں تو کہیں تو آیات میں سخت تعارض ہوگا۔ اور کہیں قرآن میں صراحۃً جھوٹ لازم آئے گا جس کے دفع کے لئے سخت دشواری ہوگی قرآن کریم میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ تین معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) سواء علاوہ (۲) مقابل (۳) اللہ کو چھوڑ کر۔ جہاں من دون اللہ عبادت کے ساتھ ہو یا ان الفاظ کے

marfat.com

Marfat.com

ہمراہ آوے جو عبادت یا معبود کے معنی میں استعمال ہوئے ہوں تو اس کے معنی سواء ہوں گے۔ کیونکہ خدا کے سواء کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی جیسے اس آیت میں۔

فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ (یونس:۱۰۴)	پس نہیں پوجتا میں انہیں جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں تو اس اللہ کو پوجوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے۔
وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ (فرقان:۵۵)	اور پوجتے ہیں وہ کافر اللہ کے سواء انہیں جو نہ انہیں نفع دیں نہ نقصان۔
اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (صٰفٰت:۲۳)	جمع کرو ظالموں کو اور ان کی بیویوں کو اور ان کو جن کی پوجا کرتے تھے یہ اللہ کے سواء

اس جیسی بہت سی آیات میں من دون اللہ کے معنی اللہ کے سواء ہیں کیونکہ یہ عبادت کے ساتھ آئے ہیں اور عبادت غیر خدا کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا (فاطر:۴۰)	فرماؤ کہ تم بتاؤ کہ تمہارے وہ شرکاء جن کی تم پوجا کرتے ہو خدا کے سواء مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا۔
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (بقرہ:۲۳)	اور بلالو اپنے معبودوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔
اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ (کہف:۱۰۲)	تو کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں۔

ان جیسی آیات میں چونکہ دون کا لفظ تدعون اور اولیاء کے ساتھ آیا ہے اور یہاں تدعون کے معنی عبادت ہیں۔ اور اولیاء کے معنی معبود لہٰذا یہاں بھی دون بمعنی علاوہ اور سوا ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

لیکن جہاں دون، مدد یا نصرت یا دوستی کے ساتھ آوے گا تو وہاں اس کے معنی صرف سواء کے نہ ہوں گے۔ بلکہ اللہ کے مقابل یا اللہ کو چھوڑ کر ہوں گے۔ یعنی اللہ کے سواء اللہ کے دشمن۔ اس تفسیر اور معنی میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ جیسے۔

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۲)	کہ میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ (زمر:۴۳)	کیا ان لوگوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں۔
وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۝ (بقرہ:۱۰۷)	اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔
وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ۝ (نساء:۱۷۳)	اور وہ اللہ کے مقابل اپنا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔
لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران:۲۸)	مومن مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔
وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ۝ (نساء:۱۱۹)	اور جو شیطان کو دوست بنائے خدا کو چھوڑ کر وہ کھلے ہوئے گھاٹے میں پڑ گیا۔
وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ (ہود:۲۰)	اور نہیں ہے ان کافروں کے لئے اللہ کے مقابل کوئی مددگار۔

ان جیسی تمام ان آیتوں میں جہاد مدد۔ نصرت، ولایت دوستی وغیرہ کے ساتھ لفظ دون آیا ہے۔ ان میں اس کے معنی صرف سواء یا علاوہ کے نہیں بلکہ وہ سواء مراد ہے جب رب تعالیٰ کا دشمن یا مقابل ہے لہٰذا اس دون کے معنی مقابل کرنا نہایت موزوں ہے جن مفسرین نے یا ترجمہ کرنے والوں نے ان مقامات میں سواء ترجمہ کیا ہے ان کی مراد بھی سواء سے ایسے ہی سواء مراد ہیں اس دون کی تفسیر یہ آیات ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (آل عمران: ۱۶۰)

اور اگر رب تمہیں رسوا کرے تو کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ۝ (احزاب: ۱۷)

تم فرماؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر ارادہ کرے رب تمہارے لئے برائی کا اور ارادہ کرے مہربانی کا اور وہ اللہ کے مقابل کوئی نہ دوست پائیں گے نہ مددگار۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا (انبیاء: ۴۳)

کیا ان کے کچھ ایسے خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں۔

ان آیات نے تفسیر فرمادی کہ جہاں مدد یا دوستی کے ساتھ لفظ دون آئے گا وہاں مقابل اور رب کو چھوڑ کر معنی دے گا نہ کہ صرف سوا یا علاوہ کے۔

نیز اگر اس جگہ دون کے معنی سواء کئے جائیں۔ تو آیات میں تعارض بھی ہوگا کیونکہ مثلاً یہاں تو فرمایا گیا۔ رب کے سواء تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں اور جو آیات ولی کی بحث میں پیش کی گئیں۔ وہاں فرمایا گیا۔ کہ اے مولیٰ اپنی طرف سے ہمارے مددگار فرما اس تعارض کا اٹھانا بہت مشکل ہوگا۔

نیز اگر ان آیات میں دون کے معنی سواء کئے جائیں تو عقل کے بالکل خلاف ہوگا اور رب کا کلام معاذ اللہ جھوٹا ہوگا۔ مثلاً یہاں فرمایا گیا۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ (سورۂ زمر: ۴۳) انہوں نے خدا کے سوا سفارشی بنا لئے سفارشی تو خدا کے سوا ہی ہوگا۔ خدا تو سفارشی ہو سکتا ہی نہیں۔ خدا چھوڑنے والا ہے چھوڑانے والا نہیں یا فرمایا گیا۔ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل: ۲) میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔ حالانکہ دن رات وکیل بنایا جاتا ہے اب وکیل کے معنی کی توجیہیں کرو اور شفعاء کے متعلق بحث کرتے پھرو لیکن اگر یہاں دون کے معنی مقابل کر لئے جائیں تو کلام نہایت صاف ہو جاتا ہے کہ اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ کے مقابل نہ کوئی سفارشی ہے نہ وکیل نہ کوئی حمایتی ہے نہ کوئی مددگار نہ کوئی دوست جو کوئی جو کچھ ہے وہ رب تعالیٰ کے ارادہ اور اسی کے حکم سے ہے لہٰذا جہاں بندوں سے ولایت حمایت مدد دوستی کی نفی ہے۔ وہاں رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر ہے کہ رب تعالیٰ چاہے ہلاک کرنا اور یہ مدد کر کے بچا لیں اور جہاں ان چیزوں کا بندوں کے لئے ثبوت ہے وہاں اذن الٰہی سے مدد نصرت وغیرہ ہے۔

اعتراض ان آیات میں من دون اللہ سے اللہ کے سوا ہی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سواء غائبانہ مافوق الاسباب مدد کرنے والا کوئی نہیں یہ ہی عقیدہ شرک ہے جن آیتوں میں اللہ کے بندوں کی مدد اور ولایت کا ثبوت ہے وہاں حاضرین زندوں کی اسباب کے ماتحت امداد مراد ہے اور جہاں اس کی نفی ہے وہاں مافوق الاسباب غائبانہ مدد مراد ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب یہ توجیہ بالکل غلط ہے چند وجوں سے ایک یہ کہ نفی مدد کی آیتوں میں کوئی قید نہیں ہے مطلق ہیں تم نے اپنے جیب سے اس میں تین قیدیں لگائیں غائبانہ، مافوق الاسباب، مردوں کی مدد، قرآن کی آیت خبر واحد سے بھی مقید نہیں ہو سکتی اور تم صرف اپنے گمان وہم سے مقید کر رہے ہو اور اگر دون کو بمعنی مقابل لیا جائے تو کوئی قید لگانی نہیں پڑتی۔ دوسرے یہ کہ تمہاری یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے قرآن کی مذکورہ بالا آیات نے بتایا کہ یہاں دون بمعنی مقابل ہے لہٰذا تمہاری یہ تفسیر تحریف ہے تفسیر نہیں۔ تیسرے یہ کہ ان قیدوں کے باوجود آیت درست نہیں ہوتی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے بیٹھے ہوئے حضرت ساریہ کی مافوق الاسباب مدد فرمادی۔ کہ انہیں دشمن کی خفیہ تدبیر سے مطلع فرما دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کی مافوق الاسباب دور سے مدد فرمادی کہ اپنی قمیض کے ذریعہ باذن پروردگار ان کی آنکھیں روشن فرمادیں۔ اور ظاہر ہے کہ قمیض آنکھ کی شفا کا سبب نہیں لہٰذا یہ مدد مافوق الاسباب ہے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد ہماری مافوق الاسباب یہ مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں اس قسم کی سینکڑوں مددیں ہیں جو اللہ کے پیاروں

marfat.com
Marfat.com

نے غائبانہ مافوق الاسباب فرمائیں تمہاری اس تفسیر کی رو سے سب شرک ہو گئیں غرضیکہ تمہاری یہ تفسیر درست نہیں ہو سکتی چوتھے یہ کہ تم اپنی قیدوں پر خود قائم نہ رہو گے۔ اچھا بتاؤ۔ اگر غائبانہ امداد تو منع ہے کیا حاضرانہ امداد جائز ہے تو بتاؤ کسی زندہ ولی سے اس کے پاس جا کر فرزند مانگنا یا رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر پر جا کر حضور سے جنت مانگنا دوزخ سے پناہ مانگنا جائز ہے تم اسے بھی شرک کہتے ہو تو تمہاری یہ قیدیں خود تمہارے مذہب کے خلاف ہیں بہر حال یہ قیود باطل ہیں ان آیات میں دون بمعنی مقابل ہے۔

نذر و نیاز

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت جگہ استعمال ہوا ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں ڈرانا یا ڈر سنانا۔ شرعی معنی ہیں غیر لازم عبادت کو اپنے پر لازم کر لینا۔ عرفی معنی ہیں نذرانہ وہدیہ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تینوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (فاطر: ۲۴)	ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا۔
وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر: ۲۴)	نہیں ہے کوئی جماعت مگر گذرے ان میں ڈرانے والے۔
أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا (زمر: ۷۱)	کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے۔
فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ (لیل: ۱۴)	اور ڈرایا میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے۔
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ (دخان: ۳)	ہم نے قرآن شریف اتارا برکت والی رات میں ہم ہیں ڈرانے والے۔

marfat.com

Marfat.com

ان جیسی بہت سی آیات میں نذر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی ڈرانا دھمکانا اس معنی میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آیا ہے اور انبیاء کرام کے لئے بھی اور علماء دین کے لئے بھی یہ لفظ شرعی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ (بقرہ:۲۷۰) — جو کچھ تم خرچ کرو یا نذر مانو کوئی نذر اللہ اسے جانتا ہے۔

رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ (آل عمران:۳۵) — اے میرے رب میں نے نذر مانی تیرے لئے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے آزاد پس قبول فرما مجھ سے۔

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ (حج:۲۹) — چاہئے کہ یہ لوگ اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔

اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ (مریم:۲۶) — میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے پس آج کسی سے کلام نہ کروں گی۔

ان جیسی آیات میں نذر سے شرعی معنی مراد ہیں یعنی منت ماننا اور غیر ضروری عبادت کو لازم کر لینا یہ نذر عبادت ہے اس لئے خدا کے سوا کسی بندے کے لئے نہیں ہو سکتی اگر کوئی کسی بندے کی نذر مانتا ہے تو مشرک ہے۔ کیونکہ غیر خدا کی عبادت شرک ہے۔

چونکہ عبادت میں شرط یہ ہے کہ معبود کو الٰہ یعنی خدا یا خدا کے برابر مانا جائے اس لئے اس نذر میں بھی یہی قید ہوگی کہ کسی کو خدا یا خدا کے برابر مان کر نذر مانی جائے اگر ناذر کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ جس کی نذر مانی اسے محض بندہ سمجھتا ہے۔ تو وہ شرعی نذر نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے اس نذر میں تقرب کی قید لگائی تقرب کے معنی عبادت ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی کسی بندے کے نام پر شرعی نذر کرے یعنی اس کی الوہیت کا قائل ہو کر اس کی منت مانے۔ تو اگرچہ یہ شخص مشرک ہوگا اور اس کا یہ کام حرام ہوگا مگر وہ چیز حلال رہے گی۔ اس چیز کو حرام جاننا سخت غلطی ہے اور قرآن کریم کے خلاف ہے رب

marfat.com
Marfat.com

تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (مائدہ:۱۰۳)

نہیں بنایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام یہ مشرکین اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔

کفار عرب ان چار قسم کے جانور وصیلہ حام وغیرہ کو اپنے بتوں کے نام کی نذر کرتے تھے اور انہیں کھانا حرام جانتے تھے رب تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا کہ یہ حلال ہیں جیسے آج کل ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے سانڈھ حلال ہیں اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (انعام:۱۳۶)

اور ٹھیرایا ان کافروں نے اللہ کا اس کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ (انعام:۱۳۸)

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اسے نہ کھائے مگر وہ جسے ہم چاہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ کفار عرب اپنے جانوروں کھیتوں میں بتوں کی نذر مان لیتے تھے۔ اور کچھ حصہ بتوں کے نام پر نامزد کردیتے تھے۔ پھر انہیں کھانا یا تو بالکل حرام جانتے تھے جیسے بحیرہ سائبہ جانور اور یا ان کے کھانے میں پابندی لگاتے تھے کہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں فلاں کھائے فلاں نہ کھائے ان دونوں حرکتوں کی رب نے تردید ان آیات میں فرمادی۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (نحل:۱۱۶)

اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ

فرماؤ کہ بھلا دیکھو تو جو اللہ نے تمہارا

marfat.com
Marfat.com

رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا (یونس:۵۹)	رزق اتارا تم نے اس میں کچھ حلال بنایا کچھ حرام۔
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اعراف:۳۲)	فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور ستھرا رزق۔
وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (انعام:۱۴۰)	ان کافروں نے حرام سمجھ لیا اسے جو اللہ نے انہیں رزق دیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝ (بقرہ:۱۷۲)	اے مسلمانو! کھاؤ وہ ستھری چیزیں جو ہم نے تمہیں رزق دیں اور اللہ کا شکر کرو۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔
وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ (انعام:۱۱۹)	اور تمہارا کیا حال ہے کہ نہیں کھاتے اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ (بقرہ:۱۷۳)	اللہ نے صرف مردار کو اور خون کو اور سور کے گوشت کو اور اس جانور کو جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تم پر حرام فرمایا۔
قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ (انعام:۱۴۰)	بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے قتل کر ڈالا۔
وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (انعام:۱۴۰)	اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کرلیا اللہ پر تہمت لگاتے ہوئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے اس عقیدے کی پرزور تردید فرمائی کہ جس جانور

marfat.com
Marfat.com

اور جس کھیتی وغیرہ کو بت کے نام پر لگا دیا جاوے۔ وہ حرام ہو جاتا ہے فرمایا تم اللہ پر تہمت لگاتے ہو اللہ نے یہ چیزیں حرام نہ کیں۔ تم کیوں حرام جانتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ بتوں کے نام کی نذر ماننا شرک تھا۔ اور ان کا یہ فعل سخت جرم تھا۔ مگر اس چیز کو حلال ٹھیرایا اس کے حرام جاننے پر عتاب کیا اسے حلال رزق اور طیب روزی فرمایا ان بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانوروں کے متعلق حکم دیا۔ کہ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ کافروں کی باتوں میں نہ آؤ ایسے ہی آج بھی جس چیز کو غیر خدا کے نام پر شرعی طور پر نذر کر دیا جائے وہ بھی حلال طیب ہے اگرچہ یہ نذر شرک ہے۔

نذر کے تیسرے معنی عرفی ہیں۔ یعنی کسی بزرگ کو کوئی چیز ہدیہ، نذرانہ، تحفہ پیش کرنا یا پیش کرنے کی نیت کرنا، کہ اگر میرا ں فلاں کام ہو گیا۔ تو حضور غوث پاک کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ یعنی دیگ بھر کھانا خیرات کروں گا اللہ کے لئے اور ثواب اس کا سرکار بغداد کی روح شریف کو نذرانہ کروں گا۔ یہ بالکل جائز ہے صحابہ کرام نے ایسی نذریں بارگاہ رسالت میں مانی اور پیش کی ہیں اور حضور نے قبول فرمائی ہیں نہ یہ کام حرام نہ چیز حرام۔ اسی کو عوام کی اصطلاح میں نیاز کہتے ہیں بمعنی نذرانہ اس کا قرآن شریف میں بھی ثبوت ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ (توبہ: ۹۹)

کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں یقیناً ان کے لئے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں بتایا کہ مومنین اپنے صدقہ میں دو نیتیں کرتے ہیں ایک اللہ کی نزدیکی اور اس کی عبادت دوسرے نبی ﷺ کی دعائیں لینا اور خود حضور کا خوش ہونا یہ ہی فاتحہ بزرگان

marfat.com
Marfat.com

دینے والے ان کی نذر ماننے والے کا مقصد ہوتا ہے کہ خیرات اللہ کے لئے ہو اور ثواب اس بزرگ کے لئے تاکہ ان کی روح خوش ہو کر ہمیں دعا کرے اسی لئے عوام کہتے ہیں نذر اللہ نیاز حسین اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جب نبی ﷺ ایک غزوہ سے بخیریت واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی نے عرض کیا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدَّفِ وَاَتَغَنّٰى بِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِيْ وَاِلَّا فَلَا	حضور میں نے منت مانی تھی۔ کہ اگر اللہ آپ کو بخیریت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں گی۔ سرکار نے فرمایا۔ اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجاؤ ورنہ نہیں۔

(مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ)

اس حدیث میں لفظ نذر اسی نذرانہ کے معنی میں ہے کہ نہ کہ شرعی نذر کیونکہ گانا بجانا عبادت نہیں۔ صرف اپنے سرور وخوشی کا نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا۔ جو سرکار میں قبول فرمایا گیا۔ یہ عرفی نذر ہے جو ایک صحابیہ مانتی ہیں۔ اور حضور ﷺ اس کے پورے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی مشکوٰۃ کے حاشیہ میں بحوالہ ملا علی قاری ہے۔ وَاِنْ كَانَ السُّرُوْرُ بِمَقْدَمِهِ الشَّرِيْفِ نَفْسَهٗ قُرْبَةً حضور ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی منانا عبادت ہے۔

غرضیکہ اس قسم کی عرفی نذریں عوام وخواص میں عام طور پر مروج ہیں استاد، ماں، باپ شیخ سے عرض کرتے ہیں کہ یہ نقدی آپ کی نذر ہے اسے شرک کہنا انتہا درجہ کی بیوقوفی ہے۔

خاتم النبیین

لفظ خاتم ختم سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں مہر لگانا۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں تمام کرنا، ختم کرنا، بند کرنا، کیونکہ مہر یا تو مضمون کے آخر پر لگتی ہے جس سے مضمون بند ہو جاتا ہے یا پارسل بند ہونے پر لگتی ہے جب نہ کوئی شے اس میں داخل ہو سکے نہ اس سے خارج۔

marfat.com
Marfat.com

اسی لئے تمام ہونے کو ختم کہا جاتا ہے قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ (بقرہ:۷)	اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی۔
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ (یٰسٓ:۶۵)	آج ہم ان کے منہ پر لگادیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔
فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (شوریٰ:۲۴)	تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر رحمت وحفاظت کی مہر لگادے۔
يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (مطففین:۲۶)	نتھاری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی ہے اس کی مہر مشک پر ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں ختم بمعنی مہر استعمال فرمایا گیا ہے کہ جب کفار کے دل وکان پر مہر لگ گئی تو نہ باہر سے ایمان داخل ہو۔ نہ وہاں سے کفر باہر نکلے۔ یوں ہی جنت میں شراباً طہورا ایسے برتنوں سے پلائی جائے گی جن پر حفاظت کے لئے مہر ہے تاکہ کوئی توڑ کر نہ باہر سے کوئی آمیزش کر سکے نہ اندر سے کچھ نکال سکے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب:۴۰)	محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس جگہ خاتم عرفی معنی میں استعمال ہوا۔ یعنی آخری اور پچھلا۔ لہٰذا اب حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنا ناممکن ہے اس معنی کی تائید حسب ذیل آیات سے ہوتی ہے اور ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ (مائدہ:۳)	آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔
ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:۸۱)	پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم سب نبی ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔
وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:۱۴۴)	محمد ﷺ رسول ہی ہیں ان سے پہلے سارے رسول گذر چکے۔
فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (نساء:۴۱)	تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان لائیں گے۔

ان آیتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کا دین مکمل ہے اور دین کے مکمل ہو چکنے کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی ﷺ تمام نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں کسی نبی کی بشارت یا خوشخبری نہیں دیتے۔ اور پچھلے نبی کی تصدیق ہوتی ہے آئندہ کی بشارت۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا۔ تو اس کے بشیر بھی ہوتے تیسرے یہ کہ آپ سارے پیغمبروں اور ان کی امتوں پر گواہ ہیں۔ لیکن کوئی نبی حضور کا گواہ یا حضور کی امت کا گواہ نہیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں چوتھے یہ کہ سارے نبی آپ سے پہلے گذر چکے کوئی باقی نہ رہا۔

اعتراض | خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں سے افضل جیسے کہا کرتے ہیں فلاں شخص خاتم الشعراء یا خاتم المحدثین ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ شاعروں یا محدثوں میں آخری شاعر یا آخری محدث ہے بلکہ محدثوں میں افضل ہے نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَنْتَ خَاتِمُ الْمُهَاجِرِیْنَ تم مہاجرین میں خاتم یعنی افضل ہو نہ یہ معنی کہ آخری مہاجر ہو کیونکہ ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی لہذا آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں۔ ہاں

marfat.com
Marfat.com

آپ سب سے افضل ہیں۔اور خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں۔

جواب | خاتم ختم سے بنا ہے۔جس کے معنی افضل نہیں ورنہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (بقرہ:۷) کے معنی یہ ہوتے کہ اللہ نے کافروں کے دل افضل کر دیئے۔ جب ختم میں افضلیت کے معنی نہیں۔تو خاتم میں جو اس سے مشتق ہے یہ معنی کہاں سے آ گئے۔لوگوں کا کسی کو خاتم الشعراء کہنا مبالغہ ہوتا ہے۔گویا اب اس شان کا شاعر نہ آوے گا۔کہا کرتے ہیں فلاں پر شعر گوئی ختم ہوگئی۔رب تعالیٰ کا کلام مبالغہ اور جھوٹ سے پاک ہے،حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مہاجرین میں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آخری مہاجر ہیں۔کیونکہ ان کی ہجرت فتح مکہ کے دن ہوئی جس کے بعد یہ ہجرت بند ہوگئی۔لہٰذا وہاں بھی خاتم آخر کے معنی میں ہیں سرکار نے فرمایا۔لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْيَوْمِ آج کے بعد اب مکہ سے ہجرت نہ ہوگی اگر وہاں خاتم کے معنی افضل ہوں۔تو لازم آئے گا۔ حضرت عباس نبی ﷺ سے بھی افضل ہو جاویں۔کیونکہ حضور بھی مہاجر ہیں۔

اعتراض | اگر حضور ﷺ آخری نبی ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کیوں آپ کے بعد آویں گے۔آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہ چاہیے؟

جواب | آخری نبی کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کوئی نبی بنایا نہ جاوے نہ یہ کہ کوئی نبی باقی نہ رہے۔آخری اولاد کے معنی یہ ہیں کہ پھر کوئی بچہ پیدا نہ ہو۔نہ یہ کہ پچھلے سب مر جاویں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا اب نبوت کی حیثیت سے نہ ہوگا۔ بلکہ حضور کے امتی کی حیثیت سے یعنی وہ اپنے وقت کے نبی ہیں اور اس وقت کے امتی۔جیسے کوئی جج دوسرے جج کی کچہری میں گواہی دینے کے لئے جاوے تو وہ اگرچہ اپنے علاقہ میں جج ہے مگر اس علاقہ میں گواہ۔عیسیٰ علیہ السلام محمد مصطفیٰ ﷺ کے علاقہ میں ان کے دین کی نصرت و مدد کرنے تشریف لاویں گے۔

نوٹ ضروری | جب ختم بمعنی مہر ہوتا ہے تو اس کے بعد علیٰ ضرور ہوتا ہے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ جیسے کہ ہماری پیش کردہ آیات سے ظاہر ہے اور جب ختم بمعنی آخر ہونا یا تمام کرنا ہوگا۔تو علیٰ کی ضرورت نہیں خاتم النبیین میں علیٰ نہ ظاہر ہے نہ پوشیدہ۔لہٰذا یہاں آخری نبی

marfat.com

Marfat.com

مراد ہیں۔

نوٹ ضروری خاتم النبیین کے معنی ''آخری نبی'' خود حضور ﷺ نے فرمائے اور اس پر امت کا اجماع رہا۔ اب آخری زمانہ میں مولوی محمد قاسم دیوبندی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے نئے معنے ایجاد کیے۔ یعنی اصلی نبی، افضل نبی اور ان اجماعی معنی کا انکار کیا۔ اسی لئے ان دونوں پر عرب وعجم کے علماء نے فتویٰ کفر دیا اور جیسے قرآن مجید کے الفاظ کا انکار کفر ہے ویسے ہی اس کے اجماعی معنی کا انکار بھی کفر ہے اگر کوئی کہے کہ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ پر میرا ایمان ہے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ مگر صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں بلکہ اس کے معنی دعا ہیں ہاں نماز بھی اس معنی میں داخل ہے۔ اور زکوٰۃ کے معنی صدقہ واجب نہیں بلکہ اس کے معنی پاکی ہے ہاں صدقہ وخیرات بھی اس میں داخل ہے تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ قرآن کے لفظوں کا انکار نہیں کرتا مگر متواتر معنی کا انکار کرتا ہے۔ اس صورت میں خواہ نماز کو فرض ہی مانے مگر جب قرآن میں الصلوٰۃ کے معنی نماز نہیں کرتا وہ کافر ہے۔

نیز نبی ﷺ کے سارے صفات کو ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ جیسے کہ حضور نبی ہیں۔ رسول ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں اور رحمت للعالمین ہیں۔ ایسے ہی آپ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں جیسے حضور ﷺ کی نبوت کا ماننا ضروری ہے اور نبوت کے وہی معنی ہیں۔ جو مسلمان مانتے ہیں ایسے ہی آپ کو خاتم النبیین اسی معنی سے ماننا ضروری ہے جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے نیز جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں الٰہ نکرہ ہے۔ نفی کے بعد تو معنی یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی طرح کا کوئی معبود نہیں۔ نہ اصلی نہ ظلی نہ بروزی نہ مراقی نہ مذاقی۔ ایسے ہی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نبی نکرہ نفی کے بعد ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کسی طرح کا نبی اصلی نقلی، بروزی وغیرہ آنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا دوسرا الٰہ ہونا جو کوئی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا امکان بھی مانے، وہ بھی کافر ہے لہٰذا دیوبندی اور قادیانی اس ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے دونوں مرتد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (بقرہ: ۱۳۷)۔ اے صحابیو! اگر ایسا ایمان لائیں جیسا تمہارا ایمان ہے تو ہدایت پا جائیں گے اور صحابہ نے حضور کے بعد کوئی نبی نہ مانا۔ لہٰذا نبی ماننا گمراہی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب
قواعد قرآنیہ

پہلے باب میں معلوم ہو چکا کہ قرآن شریف میں ایک لفظ چند معنی میں آتا ہے۔ ہر مقام پر لفظ کے وہی معنی کرنا چاہئیں۔ جو اس جگہ مناسب ہوں اب ہم وہ قاعدے بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ لفظ کے معنی معلوم کرنے کے قاعدے کیا ہیں۔ کیسے معلوم کریں کہ یہاں فلاں معنی ہیں ان قواعد کو بغور مطالعہ کرو تا کہ ترجمہ قرآن میں غلطی واقع نہ ہو۔

قاعدہ ۱

وحی

الف:۔ جب وحی کی نسبت نبی کی طرف ہوگی تو اس کے معنی ہوں گے رب تعالیٰ کا بذریعہ فرشتہ پیغمبر سے کلام فرمانا۔ یعنی وحی الٰہی عرفی۔

(ب) جب وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگا دل میں ڈالنا، خیال پیدا کر دینا، الف کی مثال ان آیات میں ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (نساء:۱۶۳)

بیشک ہم نے وحی کی تمہاری طرف جیسے وحی کی تھی نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف۔

وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (ہود:۳۶)

اور وحی کی گئی نوح کی طرف کہ اب ایمان نہ لائے گا مگر وہ جو ایمان لا چکے۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں وحی سے مراد وحی ربانی جو پیغمبروں پر آتی ہے۔ ب کی مثال یہ آیات ہیں۔

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور

marfat.com

Marfat.com

يَعْرِشُوْنَ (نحل:۶۸) درختوں میں اور چھتوں میں۔

وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰى أَوْلِيٰٓئِهِمْ (انعام:۱۲۱) اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

وَأَوْحَيْنَآ إِلٰىٓ أُمِّ مُوْسٰىٓ أَنْ أَرْضِعِيْهِ (قصص:۷) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں ڈال دیا کہ انہیں دودھ پلاؤ۔

ان آیتوں میں چونکہ وحی کی نسبت شہد کی مکھی یا موسیٰ علیہ السلام کی ماں یا شیطان کی طرف ہے اور یہ سب نبی نہیں۔ اس لئے یہاں وحی نبوت مراد نہ ہوگی بلکہ فقط دل میں ڈال دینا مراد ہوگا کبھی وحی اس کلام کو بھی کہا جاتا ہے جو نبی سے بلا واسطہ فرشتہ ہو۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۚ فَأَوْحٰىٓ إِلٰى عَبْدِهٖ مَآ أَوْحٰى (نجم:۱۰) پس ہو گئے وہ محبوب دو کمانوں کے فاصلہ پر اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی کی۔

معراج کی رات قرب خاص کے موقعہ پر جب فرشتہ کا واسطہ نہ رہا تھا۔ جو رب تعالیٰ سے حضور ﷺ کی ہمکلامی ہوئی اسے وحی فرمایا گیا۔

قاعدہ ۲

عبد

(الف) جب عبد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ تو اس سے مراد مخلوق عابد یا بندہ ہوتا ہے۔

(ب) جب عبد کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی خادم نوکر ہوں گے۔

الف کی مثال ان آیات میں ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا (بنی اسرائیل:۱) پاک ہے وہ جو اپنے بندہ خاص کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوْبَ (ص:۴۱) ہمارے بندے ایوب کا ذکر فرماؤ۔

marfat.com
Marfat.com

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل:۶۵) میرے خاص بندوں پر اے ابلیس تیرا غلبہ نہ ہوگا۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس لئے یہاں عبد کے معنی بندہ عابد ہوں گے۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىِٕكُمْ (نور:۳۲) اور نکاح کردو ان میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (زمر:۵۳) فرمادو کہ اے میرے وہ غلامو جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، مت ناامید ہو اللہ کی رحمت سے۔

ان آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت بندوں کی طرف ہے۔ اس لئے اس کے معنی مخلوق نہ ہوں گے بلکہ خادم، غلام ہوں گے۔ لہٰذا عبد النبی اور عبد الرسول کے معنی ہیں نبی کا خادم۔

قاعدہ ۳

رب

(الف) جب رب کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد حقیقی پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

(ب) جب کسی بندے کو رب کہا جاوے تو اس کے معنی ہوں گے مربی، محسن پرورش کرنے والا۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (فاتحہ:۱) ساری حمدیں اللہ کیلئے ہیں جو جہان کا رب ہے۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ (شعراء:۲۶) وہ اللہ تمہارا اور تمہارے پچھلے باپ داداوں کا رب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ (ناس:۲)	فرما دو میں پناہ لیتا ہوں انسانوں کے رب کی۔

ان آیات میں چونکہ اللہ تعالیٰ کو رب کہا گیا لہٰذا اس سے مراد حقیقی پالنے والا ہے۔

(ب) کی مثال ان آیتوں میں ہے۔

ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (یوسف:۵۰)	اپنے مربی (بادشاہ) کی طرف لوٹ جا پھر اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے۔
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (یوسف ۲۳)	فرمایا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ بادشاہ میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

ان آیتوں میں چونکہ بندوں کو رب کہا گیا ہے اس لئے اس کے معنے مربی اور پرورش کرنے والا ہیں۔

قاعدہ ۴

ضلال

(الف) جب ضلال کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی گمراہ ہونگے۔

(ب) جب ضلال کی نسبت نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی وارفتہ محبت یا راہ سے ناواقف ہوں گے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ (الاعراف:۱۸۶)	جسے خدا گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ (فاتحہ)	ان کا راستہ نہ چلا جن پر غضب ہوا نہ گمراہوں کا۔

marfat.com
Marfat.com

وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (الکہف:۱۷) — جسے رب گمراہ کردے تم اس کے لئے ہادی رہبر نہ پاؤ گے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں چونکہ ضلال کا تعلق نبی سے نہیں غیر نبی سے ہے تو اس کے معنی ہیں گمراہ خواہ کفر ہو یا شرک یا کوئی اور گمراہی۔ سب اس میں داخل ہوں گے۔

(ب) کی مثالیں:۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (ضحیٰ:۷) — اے محبوب رب نے تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اپنی راہ دیدی۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ (یوسف:۹۵) — وہ فرزندان یعقوب علیہ السلام بولے۔ کہ خدا کی قسم تم تو اپنی پرانی خودرفتگی میں ہو۔

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ (شعراء:۲۰) — فرمایا موسیٰ نے کہ میں نے قبطی کو مارنے کا کام جب کیا تھا جب مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔

یعنی نہ جانتا تھا۔ کہ گھونسہ مارنے سے قبطی مرجائے گا ان جیسی تمام آیتوں میں ضلال کے معنی گمراہی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نبی ایک آن کے لئے گمراہ نہیں ہوتے۔ رب فرماتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (نجم:۲) — تمہارے صاحب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اعراف:۶۱) — حضرت شعیب نے فرمایا کہ مجھ میں گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ آیت نمبر ۲ میں لٰکن بتا رہا ہے کہ نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتی۔

marfat.com
Marfat.com

قاعدہ ۵

مکر یا خداع

(الف) مکر یا خداع کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنے دھوکہ یا فریب نہ ہوں گے۔ کیونکہ یہ عیب ہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہوں گے دھوکے کی سزا دینا، یا خفیہ تدبیر کرنا۔

(ب) جب اس کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو مکر کے معنی دھوکہ، مکاری، دغا بازی، اور خداع کے معنی فریب ہوں گے ان دونوں کی مثالیں یہ ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (نساء: ۱۴۲)	وہ اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور رب انہیں سزا دیگا یا رب ان پر خفیہ تدبیر فرمائے گا۔
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (بقرہ: ۹)	منافقین دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو اور نہیں دھوکا دیتے مگر اپنی جانوں پر۔
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۵۴)	منافقوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تمام تدبیریں کرنیوالوں میں بہتر ہے۔

ان تمام آیتوں میں جہاں مکر یا خداع کا فاعل کفار ہیں۔ اس سے مراد دھوکا فریب ہے اور جہاں اس کا فاعل رب تعالیٰ ہے وہاں مراد یا تو مکر کی سزا ہے یا خفیہ تدبیر۔

قاعدہ ۶

تقویٰ

(الف) جب تقویٰ کی نسبت رب کی طرف ہو تو اس سے مراد ڈرنا ہوگا۔

(ب) جب تقویٰ کی نسبت آگ یا کفر یا گناہ کی طرف ہو تو اس سے مراد بچنا ہوگا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

يَآَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (بقرہ:۲۱)

اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (بقرہ:۲۴)

بچواس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

پہلے اتقوا کے معنی ڈرنا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور دوسرے اتقوا کے معنی بچنا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آگ کا ذکر ہے۔

قاعدہ ۷

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(الف) جب من دون اللہ عبادت کے ساتھ آوے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے سواء

(ب) جب من دون اللہ مدد، نصرت، ولایت، دعا، بمعنی پکارنا کے ساتھ آوے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے مقابل یعنی اللہ کے سواء وہ لوگ جو اللہ کے مقابل ہیں۔

(الف) کی مثال یہ ہے۔

اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (انبیاء:۹۸)

تم اور وہ چیزیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں۔

وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (مومنون:۱۱۷)

اور جو کوئی اللہ کے سوا دوسرے معبود کو پوجے۔

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (جن:۱۸)

بیشک مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں من دون اللہ کے معنی اللہ کے سوا ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں۔

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ (بقرہ:۱۰۷)	اور تمہارا اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔
اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا (انبیاء:۴۳)	کیا ان کے پاس ایسے معبود ہیں جو ہمارے مقابل انہیں بچالیں۔
اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا (بنی اسرائیل:۲)	میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ (زمر:۴۳)	بلکہ بنا لئے انہوں نے اللہ کے مقابل حمایتی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں من دون اللہ سے مراد اللہ کے مقابل ہوگا۔ یعنی اللہ کے مقابل تمہارا کوئی مددگار، ناصر، سفارشی، وکیل نہیں جو رب سے مقابلہ کر کے تمہیں اس کے عذاب سے بچالے۔ اگر ان آیات میں اس کے معنی اللہ کے سواء کئے گئے یعنی خدا کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ تو ان آیتوں سے تعارض ہوگا جن میں بندوں کو مددگار بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گذر چکا۔ اس معنی کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا (احزاب:۱۷)	وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے اگر وہ تمہاری برائی چاہے۔
وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (آل عمران:۱۶۰)	اور اگر تمہیں رب رسوا کرے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔

ان آیتوں نے بتایا کہ کوئی بندہ رب کے خلاف ہو کر اس کے مقابل رب سے کسی کو نہ بچا سکے نہ کسی کی مدد کر سکے ہاں اس کے ارادے، اس کے اذن سے بندے ولی بھی ہیں۔ شفیع بھی ہیں، مددگار بھی ہیں، وکیل بھی ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

قاعدہ ۸

ولی

(الف) جب ولی رب کے مقابل آوے تو اس سے مراد معبود یا مالک حقیقی ہے۔ اور ایسا ولی اختیار کرنا شرک و کفر ہے۔

(ب) جب ولی رب کے مقابل نہ ہو تو اس سے مراد دوست یا مددگار قریب وغیرہ ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ (الکہف:۱۰۲)

کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا (عنکبوت:۴۱)

ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنا لیا مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ (زمر:۳)

بے شک وہ جنہوں نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنا لیا۔

ان جیسی آیتوں میں ولی بمعنی معبود ہے یا مالک حقیقی۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ (مائدہ:۵۵)

تمہارا دوست یا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ﴿۷۵﴾ (نساء:۷۵)

پس ہمارے لئے اپنی طرف سے ولی بنادے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار مقرر فرمادے۔

marfat.com
Marfat.com

ان جیسی آیات میں ولی سے مراد معبود نہیں۔ بلکہ دوست یا مددگار وغیرہ مراد ہیں کیونکہ یہاں رب کے مقابل ولی نہیں فرمایا گیا۔ اس کی پوری تحقیق پہلے باب میں ولی کے بیان میں گذر چکی ہے۔

قاعدہ ۹

دعا

(الف) جب دعا کے بعد دشمن خدا کا ذکر ہو یا دعا کا فاعل کافر ہو۔ یا دعا پر رب تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہو یا دعا کرنے والوں کو رب تعالیٰ نے کافر مشرک، گمراہ فرمایا ہو، تو دعا سے مراد عبادت پوجنا وغیرہ ہوگا نہ کہ محض پکارنا یا بلانا۔

(ب) جب دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو وہاں اس کے معنی پکارنا، پوجنا، دعا مانگنا ہوگا حسب موقعہ معنی کئے جائیں گے۔

(الف) کی مثال یہ ہے:۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (احقاف:۵)

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے۔ جو خدا کے سوا ایسوں کو پوجے جو اس کی قیامت تک نہ سنیں۔

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (جن:۱۸)

بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (مومن:۶۵)

وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بس اسے پوجو۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی پوجنا ہیں۔ پکارنا یا بلانا نہیں۔ معنی یہ ہوں گے۔ کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو نہ پکارو یا نہ بلاؤ۔

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں:۔

marfat.com
Marfat.com

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (اعراف:۵۵) — اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے پوشیدہ۔

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ:۱۸۶) — دعا کرنے والوں کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگتے ہیں۔

ان جیسی آیات میں دعا سے مراد دعا مانگنا بھی ہوسکتا ہے۔ اور پوجنا بھی، پکارنا بھی۔ ایک ہی لفظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی ہوتے ہیں۔ اگر بے موقعہ معنی کئے جائیں۔ تو کبھی کفر لازم آجاتا ہے اس کی تحقیق پہلے باب میں دعا کے بیان میں گذر چکی۔

قاعدہ ۱۰

شرک

(الف) جب شرک کا مقابلہ ایمان سے ہوگا تو شرک سے مراد ہر کفر ہوگا۔

(ب) جب شرک کا مقابلہ اعمال سے ہوگا تو شرک سے مراد مشرکوں کا سا کام ہوگا نہ کہ کفر۔

(الف) کی مثال یہ ہے:۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (بقرہ:۲۲۱) — مومن غلام مشرک یعنی کافر سے بہتر ہے

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (بقرہ:۲۲۱) — مشرک یعنی کسی کافر سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء:۴۸) — بے شک اللہ شرک کو نہ بخشے گا۔ اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا۔

ان تمام آیتوں میں شرک سے مراد کفر ہے۔ کیونکہ مومنہ کا کسی کافر مرد سے نکاح جائز نہیں۔ کوئی کفر جس پر انسان مر جاوے بخشا نہ جاوے گا۔ مومن ہر کافر سے بہتر ہے۔ اگر یہاں شرک کے معنی صرف بت پرستی کیا جاوے تو غلط ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

(ب) کی مثال یہ ہے:۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ (روم:۳۱) — نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اور اس حدیث میں مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ یہ ہی مراد ہیں۔ کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں، کافروں کا سا کام ہے۔ کیونکہ نماز نہ پڑھنا گناہ تو ہے۔ کفر یا شرک نہیں۔

قاعدہ ۱۱

صلوٰۃ

(الف) جب صلوٰۃ کے بعد علی آوے تو اس کے معنی رحمت یا دعاء رحمت ہوں گے یا نماز جنازہ۔

(ب) جب صلوٰۃ کے بعد علی نہ آوے۔ تو صلوٰۃ کے معنی نماز ہوں گے۔

(الف) کی مثال یہ ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (احزاب:۴۳) — وہ اللہ وہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (توبہ:۱۰۳) — آپ ان کے لئے دعا کریں آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ (توبہ:۸۴) — ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ (احزاب:۵۶) — بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد دعا یا رحمت یا نماز جنازہ ہی مراد ہوگا کیونکہ ان میں

marfat.com
Marfat.com

صلوٰۃ کے بعد علیٰ آرہا ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ　　نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

(بقرہ: ۴۳)

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (نساء: ۱۰۳)　　بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق واجب ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے۔ کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علیٰ کا تعلق نہیں۔ دوسری آیت میں اگرچہ علیٰ ہے۔ مگر علیٰ کا تعلق کتابا سے ہے، نہ کہ صلوٰۃ سے لہٰذا یہاں بھی مراد نماز ہی ہے۔

قاعدہ ۱۲

مُردوں کا سننا

جب قرآن شریف میں مردے، اندھے، بہرے، گونگے، قبر والے کے ساتھ نہ لوٹنے، نہ ہدایت پانے نہ سننے وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ تو ان لفظوں سے مراد کافر ہوں گے۔ یعنی دل کے مردے، دل کے اندھے وغیرہ، عام مردے وغیرہ مراد نہ ہوں گے اور ان کے نہ سننے سے مراد ان کا ہدایت نہ پانا ہوگا۔ نہ کہ واقع میں نہ سننا۔ اور ان آیات کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ آپ ان دل کے مردے، اندھے، بہرے کافروں کو نہیں سنا سکتے۔ جس سے وہ ہدایت پر آجاویں۔ یہ مطلب نہ ہوگا کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ مثال یہ ہے۔

صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (بقرہ: ۱۸)　　یہ کافر بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (نمل: ۸۰)　　تم ان مردوں (کافروں) کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو سنا سکتے ہو۔

marfat.com
Marfat.com

وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا۝ (بنی اسرائیل:۷۲)

جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہوا ہے۔

یہ آیات قرآن شریف میں بہت سی جگہ آئی ہیں اور ان سب میں مردوں، اندھوں، بہروں سے مراد کفار ہی ہیں نہ کہ ظاہری آنکھوں کے اندھے اور بے جان مردے ان آیات کی تفسیر ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۝ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ (نمل:۸۰-۸۱)

بیشک تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ سنا سکتے ہو بہروں کو جب پھریں پیٹھ دے کر اور نہ تم اندھوں کو ہدایت کرنے والے ہو۔ نہیں سنا سکتے تم مگر ان کو جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

اس آیت میں مردے اور اندھے بہرے کا مقابلہ مومن سے کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مردوں سے مراد کافر ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ۝ (حم سجدہ:۴۴)

اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہیں اور وہ ان پر اندھا پن ہے گویا وہ دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

اس آیت نے بتایا۔ کہ کافر گویا اندھا بہرا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ۝ (محمد:۲۳)

یہ کفار وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کر دی پس انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لعنت سے آدمی اندھا بہرا ہو جاتا ہے یعنی دل کا اندھا بہرا۔

وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً

جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے، ان سے پوچھئے کہ کیا ہم نے اللہ کے سوا اور

marfat.com
Marfat.com

يُعْبَدُوْنَ ۝ (زخرف: ۴۵) معبود بنائے ہیں جن کی پوجا کی جاوے۔

اس آیت نے بتایا۔ کہ اللہ کے پیارے بندے وفات کے بعد سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اگر گذشتہ وفات یافتہ پیغمبر حضور ﷺ کا کلام نہ سنتے۔ یا جواب نہ دیتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی تھے۔ مردوں کے سننے کی اور آیات بھی ہیں جو پہلے باب میں دعاء کے معنی میں بیان کی جاچکیں۔

ہماری ان مذکورہ آیتوں نے بتادیا کہ جہاں مردوں کے سننے سنانے کی نفی کی گئی ہے وہاں مردوں سے مراد کافر ہیں۔ ان آیتوں سے یہ ثابت کرنا کہ مردے سنتے نہیں بالکل جہالت ہے ورنہ التحیات میں حضور کو سلام اور قبرستان میں مردوں کو سلام نہ کرایا جاتا۔ کیونکہ نہ سننے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اسی لئے سوتے ہوئے کو سلام نہیں کر سکتے۔

قاعدہ ۱۳

ایمان وتقویٰ کا حکم

جب مومن کو ایمان کا حکم دیا جائے یا نبی کو تقویٰ کا حکم ہو تو اس سے مراد ایمان اور تقویٰ پر قائم رہنا ہوگا۔ کیونکہ وہاں ایمان وتقویٰ تو پہلے ہی موجود ہے اور تحصیل حاصل محال ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (نساء: ۱۳۶) اے ایمان والو ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ (احزاب: ۱) اے نبی اللہ سے ڈرو یعنی اللہ سے ڈرے جاؤ۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نساء: ۱۳۶) اے مومنو! اللہ ورسول پر ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔

ان جیسی تمام آیات میں ایمان وتقویٰ پر استقامت مراد ہے۔ تاکہ ترجمہ درست ہو نیز

marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کو احکام عمل کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ کو احکام اس لئے دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ عمل کریں اور لوگ آپ کو دیکھ کر عمل کریں۔ جیسے جہاز کے مسافر پار اترنے کے لئے جہاز میں سوار ہوتے ہیں اور کپتان پار اتارنے کے لئے وہاں بیٹھتا ہے۔ اسی لئے مسافر کرایہ دے کر اور کپتان تنخواہ لے کر سوار ہوتے ہیں۔

قاعدہ ۱۴

خلق

(الف) جب خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد پیدا کرنا ہوگی۔ یعنی نیست کو ہست کرنا۔

(ب) جب خلق کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگی بنانا، گڑھنا

(الف) کی مثال یہ آیات ہیں۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (ملک:۲)	اللہ نے پیدا کیا موت زندگی کو تا کہ تمہارا امتحان کرے کہ کون اچھے عمل والا ہے۔
وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (انعام:۱۰۱)	اور پیدا کیا اللہ نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔
خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (بقرہ:۲۱)	اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تم سے پہلے والوں کو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں خلق کے معنی پیدا کرنا ہے کیونکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ (آل عمران:۴۹)	عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی شکل
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ	تم خدا کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور

marfat.com
Marfat.com

تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (عنکبوت:۱۷) جھوٹ گھڑتے ہو۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝ (مومنون:۱۴) پس بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ان جیسی آیتوں میں خلق سے مراد پیدا کرنا نہیں ہے کیونکہ خالق اللہ تعالیٰ ہے بلکہ خلق سے مراد بنا گھڑنا وغیرہ ہوگا تاکہ شرک لازم نہ آوے۔

قاعدہ ۱۵

حکم، گواہی، ملکیت، وکالت

(الف) حکم، گواہی، وکالت، حساب لینا، مالک ہونا ان چیزوں کو جہاں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ وہاں حقیقی، دائمی، مستقل مراد ہوگا، مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے یا خدا کے سواء کسی کو وکیل نہ بناؤ تو مراد حقیقی و دائمی مالک و مستقل وکیل ہے۔

(ب) جب ان چیزوں کو بندوں کی طرف نسبت کیا جاوے۔ تو ان سے مراد عارضی، عطائی، مجازی ہوں گے۔

(الف) کی مثال یہ ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (انعام:۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ (نساء:۱۶۶) اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۲) میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۶۵) آپ کا رب کافی وکیل ہے۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ۝ ہم نے آپ کو ان کافروں پر وکیل بنا کر

marfat.com
Marfat.com

(بنی اسرائیل:۵۴) نہ بھیجا۔

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ○ (شوریٰ:۶) آپ ان کافروں پر وکیل نہیں۔

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ○ (نساء:۶) اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (نساء:۱۲۶) صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ○ (مزمل:۹) اور اللہ تعالیٰ ہی کو وکیل بناؤ۔

ان جیسی ساری آیتوں میں حقیقی مالک وکیل حقیقی گواہ، حقیقی حساب لینے والا مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی حاکم نہیں۔ کوئی حقیقی مالک، حقیقی وکیل، حقیقی گواہ نہیں جیسے کہ سکندر نامے میں ہے ؎

پناہ بلندی و پستی توئی ہمہ نیست اند آنچہ ہستی توئی

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (نساء:۳۵) اور اگر تم خاوند بیوی کی مخالفت کا اندیشہ کرو تو ایک حکم پنچ خاوند والوں کی طرف سے اور دوسرا حکم پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (نساء:۵۸) اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت (فیصلہ) کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (نساء:۶۵) پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ آپ کو اپنے اختلافات میں حاکم مان لیں۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق

marfat.com
Marfat.com

تُدۡلُوۡا بِهَاۤ اِلَى الۡحُكَّامِ (بقرہ:۱۸۸)	نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ لے جاؤ۔
وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَىۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ (طلاق:۲)	اور اپنے میں سے دو پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ۔
كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا ؕ (بنی اسرائیل:۱۴)	آج تو اپنے پر خود ہی کافی حساب لینے والا ہے۔
وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ (نساء:۲۴)	اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سواء ان کے جن کے تم مالک ہو۔
وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ (بقرہ:۲۸۲)	اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔
شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ حِيۡنَ الۡوَصِيَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ (مائدہ:۱۰۶)	تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں سے کسی کو موت آوے وصیت کرتے وقت تو تم میں سے دو معتبر شخص ہیں۔

ان جیسی تمام آیتوں میں عارضی، غیر مستقل، عطائی ملکیت گواہی، وکالت، حکومت، حساب لینا، بندوں کے لئے ثابت کیا گیا ہے یعنی اللہ کے بندے مجازی طور پر حاکم ہیں وکیل ہیں۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ جیسے سمیع، بصیر، حی وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ (مومن:۵۶)۔ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے اور بندوں کی بھی صفتیں یہ ہیں فرماتا ہے۔ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًاۢ بَصِيۡرًا (دہر:۲) ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنادیا، اللہ کا سننا دیکھنا دائمی غیر محدود، مستقل ذاتی ہے اور بندوں کا دیکھنا سننا، زندہ ہونا عارضی، محدود، عطائی، غیر مستقل ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کا نام بھی علی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کا نام بھی علی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مولینا اَنۡتَ مَوۡلٰنَا (بقرہ:۱۸۶)۔ اور عالموں کو مولینا صاحب کہا جاتا ہے مگر اللہ کا علی یا مولیٰ ہونا اور طرح کا

marfat.com
Marfat.com

ہے اور بندوں کا علی اور مولیٰ ہونا کچھ اور قسم کا ہے۔ یہ فرق ضروری ہے۔

قاعدہ ۱۶

علم غیب

(الف) جہاں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا جاوے یا اس کی بندوں سے نفی کی جاوے تو اس علم غیب سے ذاتی، دائمی جمیع علوم غیبیہ قدیمی مراد ہوگا۔
(ب) جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا جاوے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جاوے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا۔ کہ میں غیب جانتا ہوں۔ وہاں مجازی، حادث عطائی علم غیب مراد ہوگا۔ جیسا کہ قاعدہ ۱۵ میں دیگر صفات کے بارے میں بیان کر دیا گیا۔

الف کی مثال یہ ہے۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل:۶۵)	تم فرما دو کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔
عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ (انعام:۵۹)	اس رب کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان:۳۴)	قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔
وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (لقمان:۳۴)	اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔
وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ (اعراف:۱۸۸)	اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

ان جیسی تمام آیات میں علم غیب ذاتی یا قدیمی یا مستقل مراد ہے۔ اس کی نفی بندوں سے کی جا

marfat.com
Marfat.com

رہی ہے۔

ب کی مثال یہ آیات ہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (بقرہ:۳)

قرآن ان پرہیزگاروں کا ہادی ہے جو غیب پر ایمان لائیں (ظاہر ہے کہ غیب پر ایمان لانا جان کر ہی ہوگا)

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن:۲۷)

اللہ غیب کا جاننے والا ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سواء پسندیدہ رسول کے۔

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (نساء:۱۱۳)

اور سکھا دیا آپ کو وہ جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (یوسف:۹۶)

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتا ہوں میں اللہ کی طرف سے وہ جو آپ نہیں جانتے۔

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران:۴۹)

اور خبر دیتا ہوں میں تمہیں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (یوسف:۳۷)

یوسف علیہ السلام نے فرمایا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آئے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دونگا یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (تکویر:۲۴)

اور وہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ان جیسی تمام آیتوں میں علم غیب عطائی غیر مستقل حادث عارضی مراد ہے کیونکہ یہ علم غیب بندے کی صفت ہے جب بندہ خود غیر مستقل اور حادث ہے تو اس کی تمام صفات بھی ایسی ہی ہوں گی۔

قاعدہ ۱۷

شفاعت

(الف) جن آیتوں میں شفاعت کی نفی ہے وہاں یا تو دھونس کی شفاعت مراد ہے یا کفار کے لئے شفاعت یا بتوں کی شفاعت مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے جبراً شفاعت کوئی نہیں کرسکتا یا کافروں کی شفاعت نہیں یا بت شفیع نہیں۔

(ب) جہاں قرآن شریف میں شفاعت کا ثبوت ہے۔ وہاں اللہ کے پیاروں کی مومنوں کے لئے محبت والی شفاعت بالاذن مراد ہے یعنی اللہ کے پیارے بندے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے محبوبیت کی بنا پر بخشوائیں گے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (بقرہ: ۲۵۴)	وہ قیامت کا دن جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی نہ شفاعت۔
وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُونَ (بقرہ: ۱۲۳)	اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔
فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (مدثر: ۴۸)	پس نہ نفع دے گی ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔
أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ (زمر: ۴۳)	کیا ان کافروں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (مومن:۱۸)	اور ظالموں کا نہ کوئی دوست، نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔
وَ لَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ (زخرف:۸۶)	اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں انہیں شفاعت کا اختیار نہیں سواء ان کے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔
مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ (مومن:۱۸)	اور نہ ظالموں کا کوئی دوست ہے نہ سفارشی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں کفار کی شفاعت، بتوں کی شفاعت، جبری شفاعت کا انکار ہے۔
ان آیتوں کو نبیوں ولیوں یا مومنوں کی شفاعت سے کوئی تعلق نہیں۔

(ب) کی مثال یہ ہے۔

وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (سورۂ توبہ:۱۰۳)	اور آپ انہیں دعا دیں بیشک آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورۂ بقرہ:۲۵۵)	وہ کون ہے جو رب کے نزدیک اس کی بے اجازت شفاعت کرے۔
لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (سورۂ مریم:۸۷)	یہ لوگ شفاعت کے مالک نہیں سواء ان کے جنہوں نے رب کے نزدیک عہد لے لیا ہے۔
وَ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (انبیاء:۲۸)	یہ حضرات نہ شفاعت کریں گے مگر اس کی جس سے رب راضی ہوا (مومن کی)
لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا (طٰہٰ:۱۰۹)	شفاعت نفع نہ دے گی مگر اس کو جس کے لئے رب نے اجازت دی اور اس کے

marfat.com
Marfat.com

کلام سے رب راضی ہوا۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جو اللہ کے پیارے بندے کریں گے تا کہ آیات میں تعارض نہ ہو۔

نوٹ ضروری | جس حدیث میں ارشاد ہے کہ سنت چھوڑنے والا شفاعت سے محروم ہے۔ اس سے بلندی درجات کی شفاعت مراد ہے۔ یعنی اس کے درجے بلند نہ کرائے جائیں گے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ گناہ کبیرہ والوں کے لئے شفاعت ہے یعنی بخشش کی شفاعت۔ نیز بعض روایات میں ہے کہ زکوۃ نہ دینے والے اپنے جانور اور مال کندھے پر لادے ہوئے حاضر بارگاہ نبوی ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں مگر انہیں شفاعت سے منع کر دیا جاوے گا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوۃ کے منکر ہو کر کافر ہو گئے تھے اور کافر کی شفاعت نہیں جیسے خلافت صدیقی میں بعض لوگ زکوۃ کے منکر ہو گئے یا مراد ہے شفاعت نہ کرنا نہ کہ نہ کر سکنا۔ اس کا بہت خیال چاہیے۔ یہاں بہت دھوکا لگتا ہے۔

قاعدہ ۱۸

غیر خدا کو پکارنا

(الف) جب غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جاوے، یا پکارنے والوں کی برائی بیان ہو تو اس پکارنے سے مراد معبود سمجھ کر پکارنا ہے یعنی پوجنا۔

(ب) جہاں غیر خدا کو پکارنے کا حکم ہے یا اس پکارنے پر ناراضی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مراد بلانا یا پکارنا ہی ہوگا۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (احقاف:۵) — اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کے سواء پوجے۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (جن:۱۸) — اور اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

marfat.com
Marfat.com

ان جیسی صدہا آیتوں میں دعا کے معنی پوجنا ہے یعنی معبود سمجھ کے پکارنا نہ کہ محض پکارنا۔

(ب) کی مثال ان آیات میں ہے۔

وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ہود:۱۳) — اللہ کے سوا جس کو طاقت رکھتے ہو بلالو۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ (احزاب:۵) — پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے

ان جیسی صدہا آیات میں دعا کے معنی پکارنا یا بلانا ہے۔اس کی پوری تحقیق پہلے باب میں دعا کی بحث میں گذر چکی۔وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ ۱۹

غیر خدا کو ولی بنانا

(الف) جب غیر خدا کو ولی بنانے سے منع کیا جائے یا ولی ماننے والوں پر ناراضگی اور عتاب ہو یا ایسے کو مشرک کافر کہا جائے تو ولی سے مراد معبود۔ یا رب کے مقابل مددگار ہوگا۔ یا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت میں کافروں کا مددگار کوئی نہیں۔

(ب) جب غیر خدا کو ولی بنانے کا حکم دیا جاوے یا اس پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو ولی سے مراد دوست، مددگار باذن اللہ یا قریب ہوگا۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (شوریٰ:۸) — اور ظالموں کے لئے نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ (شوریٰ:۳۱) — اللہ کے مقابل تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں اللہ کے مقابل مددگار مراد ہے ایسا مددگار ماننا کفر ہے۔

ب کی مثال ان آیات میں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (مائدہ:۵۵) — تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (نساء:۷۵) — ہمارے لئے اپنی طرف سے دوست بنا اور ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار بنادے۔

ان جیسی بیشمار آیتوں میں اللہ کے اذن سے مددگار مراد ہیں اس کی پوری تفصیل پہلے باب میں ولی کی بحث میں گذر چکی ہے وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ ۲۰

وسیلہ

(الف) جہاں وسیلہ کا انکار ہے۔ وہاں بتوں کا وسیلہ یا کفار کے لئے وسیلہ مراد ہے یا وہ وسیلہ مراد ہے جس کی پوجا پاٹ کی جاوے۔

(ب) جہاں وسیلہ کا ثبوت ہے وہاں رب کے پیاروں کا وسیلہ یا مومنوں کے لئے وسیلہ مراد ہے۔ تاکہ آیتوں میں تعارض واقع نہ ہو۔

الف کی مثال یہ ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر:۳) — نہیں پوجتے ہیں ہم ان بتوں کو مگر اس لئے تاکہ وہ ہمیں خدا سے قریب کردیں

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کو جو اللہ کے دشمن ہیں۔ خدا رسی کا وسیلہ سمجھ کر پوجتے تھے۔ یعنی ان کے شرک کی وجہ دو ہوئیں ایک دشمنان خدا کو اس تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھنا، دوسرے انہیں پوجنا۔ صرف وسیلہ اختیار کرنے کی وجہ سے مشرک نہ ہوئے۔

ب کی مثال یہ ہے

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (مائدہ:۳۵) — اس رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ — اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے

marfat.com
Marfat.com

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (نساء: ۶۴)

آپ کے حضور آجاویں پھر خدا سے معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے دعا مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاویں۔

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران: ۱۶۴)

اور وہ رسول انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (سجدہ: ۱۱)

فرماؤ کہ تمہیں موت دے گا وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں وسیلہ کا ثبوت ہے مگر وہی وسیلہ مراد ہے جو اللہ کے اذن اور اجازت سے اس کا پیارا بندہ رب تک پہنچائے۔

نوٹ ضروری وسیلہ اسلام میں بڑی اہم چیز ہے کیونکہ سارے کام موت پر ختم ہو جاتے ہیں۔ مگر وسیلہ پکڑنا موت، قبر، حشر ہر جگہ ضروری ہے کہ حضور کے نام پر موت ہو۔ قبر میں ان کے نام پر کامیابی ہو۔ حشر میں ان کے طفیل نجات ہو نیز اور اعمال کی ضرورت صرف انسانوں کو ہے مگر وسیلہ کی ضرورت ہر مخلوق کو دیکھو کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ کے بغیر قبلہ نہ بنا۔ اور حضور کے ہاتھوں کے بغیر بتوں کی گندگی سے پاک نہ ہو سکا۔ وسیلہ کا انکار اسلام کے بڑے اہم مسئلہ کا انکار ہے۔

قاعدہ ۲۱

اعمال کسی دوسرے کے کام آنا یا نہ آنا

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ کہ انسان کو صرف اپنے عمل ہی کام آویں گے، یا فرمایا گیا ہے کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کرے۔ اس سے مراد بدنی فرض عبادتیں ہیں یا یہ مطلب ہے کہ قابل اعتماد اپنے اعمال ہیں کسی کے بھیجنے کا یقین نہیں۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ کہ دوسروں کی نیکی اپنے کام آتی ہے اس سے مراد

marfat.com
Marfat.com

اعمال کا ثواب ہے یا مصیبت دور ہونا یا درجے بلند ہونا۔

الف کی مثال یہ ہے۔

لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (نجم:۳۹) — نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جو کوشش کرے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (بقرہ:۲۸۶) — اس نفس کیلئے مفید ہیں وہ عمل جو خود کرے اور اس کو مضر ہیں وہ گناہ جو خود کرے۔

ان دونوں آیتوں کا منشاء یہ ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا۔ فرض روزہ نہیں رکھ سکتا۔ ان آیتوں میں اسی لئے سعی اور کسب کا ذکر ہے یا منشاء یہ ہے۔ کہ اپنی ملکیت انہی عملوں پر ہے جو خود کر لئے جاویں۔ کیا خبر کوئی دوسرا ثواب بھیجے یا نہ بھیجے۔ اس کے بھروسہ پر خود غافل رہنا بیوقوفی ہے۔

ب کی مثال یہ ہے۔

وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا (کہف:۸۲) — حضرت خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک تھا۔ پس تمہارے رب نے چاہا کہ بالغ ہوں تو اپنا خزانہ نکالیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (طور:۲۱) — اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ جس گرتی ہوئی دیوار کی مرمت حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام نے کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جو ایک نیک آدمی کا تھا۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے رب تعالیٰ نے چاہا کہ دیوار کھڑی رہے اور خزانہ محفوظ رہے تاکہ بچے جوان ہو کر

marfat.com
Marfat.com

نکال لیں اس لئے دو پیغمبروں کو اس کی مرمت کے لئے بھیجا۔ ان نابالغ تیموں پر یہ مہربانی ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ہوئی۔

دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ نیکوں کی مومن اولاد جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہے گی اگر چہ اولاد کے اعمال باپ سے کم درجہ کے ہوں۔ ایسے ہی نابالغ بچے نبی ﷺ کے فرزندان حضرت طیب وطاہر قاسم، ابراہیم جنت میں حضور کے ساتھ ہوں گے حالانکہ کوئی نیکی نہ کی معلوم ہوا کہ کسی کی نیکی دوسرے کے کام آجاتی ہے اسی وجہ سے ایصال ثواب، فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں بلکہ حج بدل بھی دوسرے کی طرف سے کر سکتے ہیں۔ اور زکوۃ میں دوسرے کے نائب بن سکتے ہیں۔

قاعدہ ۲۲

دوسرے کے بوجھ اٹھانے کی صورتیں

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ کہ قیامت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس سے مطلب ہے کہ بخوشی نہ اٹھائے گا۔ یا اس طرح نہ اٹھائے گا جس سے مجرم آزاد ہو جائے گا۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں بعض لوگ بعض کا بوجھ اٹھائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً اٹھائیں گے۔ یا یہ بھی اٹھائیں گے اور مجرم بھی یہ تو اٹھائیں گے گناہ کرانے کی وجہ سے اور مجرم بوجھ اٹھائے گا گناہ کرنے کی وجہ سے۔

الف کی مثال یہ آیت ہے:۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ (انعام: ۱۶۴)	اور نہ کمائے گا کوئی نفس مگر اپنے ذمہ پر اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔
إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل: ۷)	اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے لئے کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا۔

marfat.com
Marfat.com

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا
(بنی اسرائیل:۱۵)

جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (عنکبوت:۱۲)

اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں گے بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
(بقرہ:۱۳۴)

اس جماعت کے لئے وہ ہے جو وہ خود کما گئی تمہارے لئے تمہاری کمائی ہے۔ اور تم ان کے اعمال سے نہ پوچھے جاؤ گے۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ کسی کی پکڑ دوسرے کی وجہ سے نہ ہوگی اور کوئی کسی کا نہ گناہ اٹھائے نہ نیکی سے فائدہ پائے۔ بلکہ اپنی کرنی اپنی بھرنی ہے۔

ب کی مثال یہ ہے:۔

وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَ لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (عنکبوت:۱۳)

اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ
(تحریم:۶)

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں سے خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا اور جان

marfat.com
Marfat.com

الْعِقَابِ (انفال:۲۵) لوکہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ (بقرہ:۴۱) تم قرآن کے پہلے کافر نہ بنو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قیامت میں بعض گنہگار دوسرے مجرموں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے اور یہ بھی پتہ لگا کہ بعض کے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں بھی دوسروں پر مصیبت آجاتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی نجات کیلئے اپنے گھر والوں کو ہدایت دینا ضروری ہے مطابقت اسی طرح ہوگی جو ہم نے عرض کردیا کہ بخوشی کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ اس طرح نہ اٹھائے گا کہ اصلی مجرم بالکل آزاد ہو جائے ہاں گمراہ کرانیوالا بری باتوں کا موجد سارے مجرموں کا بوجھ اٹھائے گا یہ ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

قاعدہ ۲۳

رسولوں میں فرق کرنے کی صورتیں

(الف) جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ رسولوں میں فرق نہ کرو۔ وہاں ایمان میں فرق کرنا مراد ہے یعنی ایسے فرق نہ کرو کہ بعض کو مانو اور بعض کو نہ مانو۔ یا مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے فرق پیدا نہ کرو یعنی ان کے فضائل اپنی طرف سے نہ گھٹاؤ۔ یا ایسا فرق نہ کرو جس سے بعض پیغمبروں کی توہین ہو جاوے۔

(ب) جن آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبروں میں فرق ہے وہاں درجات اور مراتب کا فرق مراد ہے یعنی بعض کے درجے بعض سے اعلیٰ ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقرہ:۲۸۵) مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی میں فرق نہ کرے یہ وہ ہیں جنہیں رب ان کا

marfat.com

Marfat.com

عَظِيمًا۝ (نساء:۱۵۲)　　ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیتوں میں ایمان کا فرق مراد ہے۔ یعنی بعض پیغمبروں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ کفر ہے ایمان کے لئے سب نبیوں کو ماننا ضروری ہے اس کی تفسیر اس آیت نے کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۝ (نساء:۱۵۰)	بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں رستہ بنا لیں۔

اس آیت نے بتا دیا کہ پیغمبروں کے درمیان ایمان لانے میں فرق کرنا منع ہے۔

ب کی مثال یہ ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ:۲۵۳)	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ان میں سے وہ ہی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جنہیں درجوں میں بلند کیا۔
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۝ (احزاب:۴۵-۴۶)	اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا گواہ خوش خبریاں دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے اذن سے بلاتا اور چمکانے والا سورج
وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ (انبیاء:۱۰۷)	اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کی رحمت۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض پیغمبر بعض سے افضل ہیں اور خصوصاً ہمارے نبی ﷺ سارے رسولوں میں ایسے ہیں۔ جیسے تاروں میں سورج اور سارے جہان کی رحمت ہیں یہ صفات اوروں کو نہ ملیں۔

marfat.com
Marfat.com

نوٹ ضروری | بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم کو یونس علیہ السلام پر بھی بزرگی نہ دو۔ اور بعض میں آیا ہے کہ ہم تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔ ان احادیث میں مطابقت اسی طرح ہے کہ ایسی بزرگی دینا جس سے یونس علیہ السلام کی توہین ہو جاوے منع ہے اور اس طرح حضور کی شان بیان کرنا کہ ان حضرات کی عظمت برقرار رہے اور حضور کی شان معلوم ہو جائے بالکل جائز بلکہ ضروری ہے۔

قاعدہ ۲۴

حضور کو اپنے انجام کی خبر ہونے کی صورتیں

(الف) قرآن شریف میں جہاں حضور ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ وہاں انکل حساب قیاس اندازے سے جاننا مراد ہے یعنی میں اندازے یا قیاس سے یہ نہیں جانتا۔

(ب) اور جہاں اس کے خلاف ہے وہاں وحی، الہام کے ذریعہ سے علم دینا مراد ہے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ — اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔ اور تمہارے ساتھ کیا۔ (احقاف:۹)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات نجوم، رمل، قیاس، حساب، انکل سے معلوم نہیں ہو سکتے میں باوجودیکہ پیغمبر ہوں اور پیغمبر کی عقل تمام دنیا سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے لیکن میری کامل عقل ان باتوں کے جاننے کے لئے کافی نہیں میں بھی عقل سے یہ چیزیں نہیں جانتا۔ تو تم کیسے جان سکتے ہو مجھے یہ علم وحی کے ذریعہ ہوا اور تم صاحب وحی نہیں ہو۔ تو ایسی باتوں میں عقل پر زور نہ دیا کرو اس کی تفسیر اسی آیت کے آخر میں یوں ہو رہی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (احقاف:۹) — میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

marfat.com

Marfat.com

معلوم ہوا کہ آخرت کی پکڑ اور نجات وغیرہ وحی سے معلوم ہوتے ہیں جو حضور ﷺ پر آتی ہے اس لئے اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی ہے درایت کے معنی عقل سے جاننا، خدا تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے کیونکہ وہ عقل سے پاک ہے۔ اس کا علم عقلی نہیں حضوری ہے اس کی مثال یہ آیت ہے۔

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ (شوریٰ:۵۲)

اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ ایمان تفصیل وار۔

اس آیت کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن اور ایمان کو عقل، قیاس اندازے سے معلوم نہ فرمایا۔ بلکہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہے یہاں بھی درایت کی نفی ہے۔ نہ کہ مطلق علم کی ورنہ نبی ﷺ ظہور نبوت سے پہلے عبادات کرتے تھے ایمان سے خبردار تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں توحید، رسالت، احکام سے واقف ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی پیدائش سے چند گھنٹے بعد قوم سے فرمایا۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ (مریم:۳۰)

فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور نبی بنایا۔ (الخ)

جب کلمۃ اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ بچپن میں رب سے بے خبر نہیں تو جو حبیب اللہ ہوں وہ کیسے بے خبر ہوں گے۔ لہٰذا اس آیت کے معنی وہ ہی ہیں جو عرض کئے گئے۔ یعنی قیاس سے معلوم کرنا۔

ب کی مثال اس آیت میں ہے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (فتح:۲)

تا کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہارے طفیل تمہارے وہ گناہ جو اگلے ہیں اور جو پچھلے ہیں۔

یہاں تمہارے گناہ سے مراد امت کے وہ گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور کے ذمہ کرم پر ہے۔ جیسے وکیل کہتا ہے میرا مقدمہ فتح ہو گیا۔ یعنی وہ مقدمہ جس کی پیروی میرے ذمہ ہے نہ یہ

marfat.com

Marfat.com

مطلب کہ میں اس میں گرفتار ہوں۔ کیونکہ نبی گناہ سے معصوم ہیں۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ (کوثر:۱) ہم نے تم کو کوثر دے دیا۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝ (نشرح:۴) ہم نے تمہارا ذکر اونچا کر دیا۔

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنے انجام سے باخبر کیے گئے ہیں مگر یہ علم وحی کا ہے نہ کہ محض عقلی۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ حضور تو اپنی امت کے انجام کی بھی خبر رکھتے ہیں قرآن میں حضور کو شاہد فرمایا اور گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ سے خبردار ہو۔ اسی لئے فرمایا حسن حسین جوانان جنت کے سردار ہیں ابوبکر جنتی ہیں فاطمۃ الزہرہ جنتی ہیں۔

قاعدہ ۲۵

نبی کے ہدایت کرنے کی صورتیں

الف:۔ جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں کرتے وہاں مراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے کہ رب چاہے کسی کو گمراہ کرنا، اور نبی ہدایت کر دیں یہ ناممکن ہے۔

(ب) جہاں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت کرتے ہیں وہاں مراد ہے باذن الٰہی ہدایت کرتے ہیں۔

الف کی مثال یہ ہے۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ ھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ۝ (قصص:۵۶) بیشک تم ہدایت نہیں کرتے جسے محبت کرو لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

لطیفہ | اس جگہ حضور ﷺ کے لئے اَحْبَبْتَ فرمایا۔ اور اللہ کے لئے یَشَآءُ فرمایا دونوں جگہ یَشَآءُ نہیں بولا گیا۔ اس لئے کہ نبی ﷺ ساری مخلوق ہی سے محبت فرماتے ہیں۔ کیونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کو پسند ہے کہ سب کو ہی ہدایت ملے۔ مگر آپ کی اس محبت پر ہدایت نہیں ملتی۔ لیکن آپ اسی کی ہدایت چاہتے ہیں جس کی ہدایت رب چاہے جو

marfat.com
Marfat.com

فنا فی اللہ ہو وہ اپنی مشیت رب کی مشیت میں فنا کر دیتا ہے۔ اس کے بغیر چاہے چاہتا بھی نہیں رب تعالیٰ بھی ربوبیت کے لحاظ سے ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے کیونکہ رب العالمین ہے۔ اسی لئے ہادی بھیجے مگر چاہتا اس کی ہدایت ہے جس کی ہدایت میں حکمت ہے تو ہدایت نہ حضور کی محض محبت سے ملتی ہے نہ اللہ کی محض محبت سے ہاں رب کے ارادہ سے اور پھر حضور کے ارادے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

وَ اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (انعام:۳۵)

اور اگر ان کفار کا پھرنا آپ پر شاق گذرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ پھر ان کے لئے نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس تم نادان نہ بنو۔

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (بقرہ:۲۷۲)

آپ پر ان کی ہدایت نہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں رب کے خلاف مرضی ہدایت دینا مراد ہے یہ نہ نبی سے ممکن ہے نہ قرآن سے۔

ب کی مثال یہ ہے۔

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوریٰ:۵۲)

اور تم اے محبوب ہدایت کرتے ہو سیدھے راستے کی۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل:۹)

بیشک قرآن ہدایت دیتا ہے اس راستہ کی جو سیدھا ہے۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ (آل عمران:۱۶۴)

وہ نبی مسلمانوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى (سورۂ بقرہ:۱۸۵) — ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کیلئے ہدایت اور راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔

ان جیسی تمام آیات میں جن میں قرآن یا توریت یا نبی ﷺ کو ہادی فرمایا گیا ہے ہدایت سے مراد اللہ کی مرضی سے راہ دکھانا ہے۔

قاعدہ ۲۶

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ

(الف) جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہوا جانور حرام ہے وہاں ذبح کے وقت کسی کا نام پکارنا مراد ہے۔

(ب) جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہوا جانور حرام نہیں ہے حلال ہے ان میں زندگی کی حالت میں کسی کا نام پکارنا مراد ہے۔ جیسے بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور یا زید کی بکری، عبدالرحیم کی گائے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ (بقرہ:۱۷۳) — اور حرام ہے وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ (انعام:۱۱۹) — اور تمہارا کیا حال ہے کہ وہ جانور نہیں کھاتے جس پر بوقت ذبح خدا کا نام پکارا گیا۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (مائدہ:۳) — اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے۔

ان تمام آیتوں میں اس جانور کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے جو کسی غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے کہ حرام کرنے والی یہی چیز ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ب کی مثال یہ ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰـكِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ (مائدہ:۱۰۳)

نہیں مقرر کیا اللہ نے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔ لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں۔

یہ چار جانور جو اس آیت میں مذکور ہوئے مشرکین عرب کی طرف سے بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے۔ یعنی زندگی میں ان پر غیر خدا کا نام پکارا جاتا تھا۔ اور مشرکین انہیں حرام سمجھتے تھے ان کے حرام سمجھنے کی تردید اس آیت میں کر دی گئی ہے اور انہیں حلال فرمایا گیا لہٰذا آج مشرکین کے چھوڑے ہوئے بجار حلال ہیں۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

قاعدہ ۷۲

نبی کے نفع نقصان کا مالک ہونا نہ ہونا

(الف) جہاں نبی ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں وہاں اللہ کے بغیر مرضی ملکیت مراد ہے۔

جہاں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غنی کر دیتے ہیں وہاں بعطاء الٰہی ارادے سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (اعراف:۱۸۸)

تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے بھلے اور برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

وَمَاۤ اُغۡنِىۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ (یوسف:۶۷)

اور میں تم سے دفع نہیں کر سکتا اللہ کے مقابل کوئی چیز۔

مَا كَانَ يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ اِلَّا

اور یعقوب نہیں دفع کر سکتے تھے ان سے

marfat.com

Marfat.com

حَاجَةً فِیۡ نَفۡسِ یَعۡقُوۡبَ (یوسف: ۶۸) — اللہ کی کوئی مصیبت مگر یعقوب کے دل کی حاجت تھی جو پوری کر دی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں یہ مراد ہے کہ رب تعالیٰ کے اذن کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا ہر چیز میں اس کی اجازت کا حاجت مند ہوں۔

ب کی مثال یہ ہے۔

اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ (توبہ: ۷۴) — غنی کر دیا انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

وَ لَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ (توبہ: ۵۹) — اور اگر وہ راضی ہوتے اس پہ جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا۔

وَ اِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِ اَمۡسِكۡ عَلَیۡكَ زَوۡجَكَ (احزاب: ۳۷) — جب آپ کہتے تھے اس سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی کو روکو۔

ان آیتوں سے پتہ لگا کہ رسول اللہ ﷺ غنی کرتے ہیں نعمت دیتے ہیں ان میں یہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم، اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے ہیں اور فضل بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا دونوں قسم کی آیتوں میں تعارض نہیں۔

قاعدہ ۲۸

رفع کا معنیٰ

(الف) جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم ہو تو رفع کے معنی ہوں گے اونچی جگہ میں اٹھانا، چڑھانا، اونچا کرنا۔

(ب) جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم نہ ہو تو اس کے معنی ہوں گے روحانی بلندی، مرتبہ کا اونچا ہونا، الف کی مثال یہ آیات ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا (آل عمران:۵۵)	اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے تمہیں پاک کرنیوالا ہوں۔
وَ رَفَعَ اَبَوَیۡہِ عَلَی الۡعَرۡشِ (یوسف:۱۰۰)	اور اٹھالیا یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر۔
وَ رَفَعۡنَا فَوۡقَہُمُ الطُّوۡرَ (نساء:۱۵۴)	اور ہم نے بنی اسرائیل کے اوپر طور پہاڑ اٹھالیا۔
وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ (بقرہ:۱۲۷)	اور جب ابراہیم بیت اللہ کی دیواریں اونچی کررہے تھے۔

ان آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول عیسیٰ علیہ السلام یا یوسف علیہ السلام کے والدین یا طور پہاڑ یا کعبہ کی دیوار ہے اور یہ سب زمینی جسم ہیں لہٰذا ان میں رفع کرنے کے معنی ہونگے بلند جگہ میں پہنچانا۔ اٹھانا، اونچا کرنا، درجے بلند کرنا مراد نہ ہوگا۔

ب کی مثال یہ آیت ہے۔

وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ (الم نشرح:۴)	ہم نے آپ کا ذکر اونچا کردیا۔
مِنۡہُمۡ مَّنۡ کَلَّمَ اللّٰہُ وَ رَفَعَ بَعۡضَہُمۡ دَرَجٰتٍ (بقرہ:۲۵۳)	ان پیغمبروں میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا۔ اور بعض کے درجے اونچے کئے۔
فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ (نور:۳۶)	ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول زمینی جسم نہیں ہے بلکہ ذکر یا درجے یا خدا کا نام ہے۔ اس لئے یہاں مکانی بلندی مراد نہ ہوگی بلکہ روحانی بلندی مراد ہے۔ کیونکہ یہ ہی اس کے

marfat.com
Marfat.com

لائق ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو آیت آئی اِنِّیْ رَافِعُكَ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں آسمان پر اٹھانے والے ہیں یہ نہیں کہ تمہارے درجے بلند کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام زمنی جسم ہیں اور جسم کے لئے بلندی مکانی مناسب ہے۔

اعتراض اگر اس آیت میں مکانی بلندی مراد ہے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ یعنی آسمانوں میں رہتا ہو کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ رَافِعُكَ اِلَیَّ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں خدا کی طرف کونسی ہے؟

جواب یہاں خدا کی طرف اٹھانے سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے کیونکہ اگرچہ زمین و آسمان ہر چیز خدا تعالیٰ ہی کی ہے لیکن آسمان خصوصیت سے تجلی گاہ الٰہی ہے کہ نہ وہاں کسی کی ظاہری بادشاہت ہے نہ کفر وشرک وگناہ، لہٰذا آسمان پر جانا گویا خدا کے پاس جانا ہے اسی لئے فرمایا گیا۔ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ (ملک:۱۶) یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (صافات:۹۹) میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں۔ وہ مجھے ہدایت کرے گا حالانکہ آپ شام کے ملک میں جارہے تھے۔ مگر چونکہ شام آپ کی عبادت گاہ تھا اس لئے وہاں جانا رب کے پاس جانا قرار دیا گیا۔ اسی لئے مسجدوں کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے خدا وہاں رہتا نہیں۔ مگر چونکہ وہاں کسی کا کام نہیں ہوتا اور نہ مسجد کسی انسان کی ملک ہے لہٰذا وہ خدا کا گھر ہے۔

اعتراض اس آیت میں فرمایا گیا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ میں تمہیں وفات دوں گا اور اٹھاؤں گا یہاں وفات کا ذکر پہلے ہے۔ اور اٹھانے کا ذکر بعد میں معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت کے بعد اٹھایا گیا نہ کہ موت سے پہلے (قادیانی)

جواب اگر یہاں وفات کے معنی موت مان لئے جائیں تو بھی واؤ کیلئے ترتیب لازم نہیں بہت جگہ ترتیب کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا یہاں معنی یہ ہوئے کہ میں پہلے تمہیں اٹھاؤں گا پھر موت دوں گا جیسا کہ ان آیتوں میں ہے۔

وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ (آل عمران:۴۳) اے مریم تو سجدہ کرو اور رکوع کرو۔

marfat.com
Marfat.com

خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (بقرہ:۲۱) — اللہ نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے۔

نَمُوْتُ وَنَحْيَا (جاثیہ:۲۴) — ہم مریں گے اور جئیں گے۔

خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى (طٰہٰ:۴) — اللہ نے پیدا کیا زمین کو اور اونچے آسمانوں کو۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ (ملک:۲) — اس اللہ نے پیدا کیا موت اور زندگی کو۔

وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (زمر:۶۵) — اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے تھے۔

ان تمام آیتوں میں واؤ ترتیب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اس آیت میں ہے اور اگر واؤ یہاں ترتیب بتائے تب مُتَوَفِّيْكَ میں جو وفات یا توفی مذکور ہے اس سے موت مراد نہیں۔ سلانا یا پورا لینا مراد ہے۔ قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تمہیں سلا کر اپنی طرف اٹھاؤں گا یا میں تمہیں پورا پورا جسم مع روح اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (نجم:۳۷) یہاں وَفّٰى کے معنی ہیں پورا کیا فرماتا ہے۔ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (انعام:۶۰) یہاں وفات کے معنی سلانا ہیں۔ یعنی رب تعالیٰ تم کو رات میں سلا دیتا ہے۔ وہ ہی معنی یہاں مراد ہیں۔

قاعدہ ۲۹

غیر خدا سے ڈرنا

(الف) جن آیتوں میں خدا کے سوا دوسرے سے ڈرنے کی ممانعت فرمائی گئی یا فرمایا گیا۔ کہ صرف اللہ ہی سے ڈرو وہاں عذاب کا خوف، حساب کا ڈر، پکڑ کا خوف، الوہیت اور کبریائی کا

marfat.com
Marfat.com

خوف مراد ہے کہ کسی کو معبود سمجھ کر نہ ڈرو یا رب تعالیٰ کے مقابل کسی سے خوف نہ کرو۔

(ب) جن آیتوں میں دوسرے سے ڈرنے کا حکم دیا گیا یا فرمایا گیا۔ کہ فلاں پیغمبر فلاں سے ڈرے وہاں تکلیف کا ڈر، ایذا پہنچانے کا خوف یا فتنہ کا خوف مراد ہے۔ تاکہ آیتوں میں تعارض نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ کبریائی کی ہیبت مومن کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی چاہئے اور دوسری قسم کے فتنہ تکلیف کا خوف مخلوق کا ہوسکتا ہے۔

الف کی مثال یہ آیات ہیں۔

اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (بقرہ:۴۰)	تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ (بقرہ:۱۵۰)	پس ان کافروں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔
الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (احزاب:۳۹)	جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔
فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۷۵)	پس ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔
اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:۶۲)	خبردار ہو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں۔

ان جیسی تمام وہ آیتیں جن میں غیر خدا سے ڈرنے کی ممانعت ہے۔ ان میں الوہیت کا خوف مراد ہے یا مخلوق کا وہ خوف جو رب کی اطاعت سے روک دے یہ ڈر ممنوع ہے۔

(ب) کی مثال یہ آیات ہیں۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (تغابن:۱۴)	تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہاری دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو۔

marfat.com
Marfat.com

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ○ (طٰہٰ: ۴۵)	حضرت موسیٰ و ہارون نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ فرعون ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی۔
فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ۗ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ (نمل: ۱۰)	پھر موسیٰ نے اس لاٹھی کو دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے، اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ نہ ڈرو۔
فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○ (طٰہٰ: ۶۷)	موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے۔
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ○ (قصص: ۳۳)	کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب میں نے ان میں ایک آدمی مار ڈالا ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔
فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ (ذریت: ۲۸)	تو ابراہیم اپنے دل میں ان فرشتوں سے ڈر گئے وہ بولے آپ ڈریئے نہیں۔

ان جیسی بہت سی وہ آیتیں جن میں مخلوق سے ڈرنے کا حکم ہے۔ یا ان سے ڈرنے کا ثبوت ہے ان میں وہی مراد ہے۔ جو عرض کیا گیا۔ یعنی تکلیف کا خوف یا فتنہ کا ڈر۔ اس قسم کے ڈر نہ ایمان کے خلاف ہیں۔ اور نہ ولایت اور نبوت کے منافی۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام نبی ہیں۔ مگر سانپ سے فرعون سے، ملائکہ سے خوف فرماتے ہیں۔ لہٰذا انبیاء اور اولیاء اللہ سے خوف کرنا کہ یہ ناراض ہو کر بددعائیں دیں گے اور ہم کو نقصان پہنچ جائے گا۔ ایمان کے خلاف نہیں بلکہ ایمان کو قوی کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے فرعونیوں کا بیڑا غرق ہوا۔ نوح علیہ السلام کی بددعا سے سارے جہان کے کافر ہلاک کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ ان کی بددعا خطرناک ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے بغیر کسی بندے کی بددعا کے کسی کو ہلاک نہ کیا۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد تا دلے صاحبدلے نامد بدرد

marfat.com
Marfat.com

قاعدہ ۳۰

بشر

(الف) جن آیتوں میں نبی سے کہلوایا گیا ہے کہ ہم تم جیسے بشر ہیں۔ وہاں مطلب یہ ہے کہ خالص بندے ہونے میں تم جیسے بشر ہیں۔ کہ جیسے تم نہ خدا ہو نہ خدا کے بیٹے، نہ خدا کے ساجھی شریک۔ ایسے ہی ہم نہ خدا ہیں، نہ اس کے بیٹے نہ اس کے ساجھی، خالص بندے ہیں۔

(ب) جن آیتوں میں نبی کو بشر کہنے پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے اور انہیں بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ جو نبی کی ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرتے ہوئے انہیں بشر کہے یا ان کی اہانت کرنے کیلئے بشر کہے یا یوں کہے کہ جیسے ہم محض بشر ہیں نبی نہیں ایسے ہی تم نبوت سے خالی ہو محض بشر ہو۔ وہ کافر ہے۔

الف کی مثال یہ ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ (کہف:۱۱۰)	فرما دو کہ میں تم جیسا بشر ہوں کہ میری طرف وحی کی گئی۔
قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (ابراہیم:۱۱)	ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح انسان ہیں۔ مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

ان جیسی تمام آیات میں یہی مراد ہے کہ ہم اللہ نہ ہونے میں اور خالص بندہ ہونے میں تم جیسے بشر ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ عام انسان پیغمبر کے برابر ہو جاویں۔ ان آیات کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (انعام:۳۸)	اور نہیں ہے کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہو۔ مگر تم جیسی امتیں ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

مَثَلُ نُوْرِہٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (نور:۳۵) — اس اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔

ان آیتوں میں تمام جانوروں کو انسانوں کی مثل فرمایا گیا۔ حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو طاق اور چراغ سے مثال دی گئی۔ حالانکہ کہاں طاق اور چراغ اور کہاں رب کا نور۔ جیسے ان دونوں آیتوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان جانوروں کی طرح یا رب کا نور طاق اور چراغ کی طرح ہے اسی طرح مذکورہ بالا آیات کی وجہ سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نبی کے برابر یا ان کی طرح ہیں۔ یہ تمثیل فقط سمجھانے کے لئے ہے۔

ب کی مثال یہ ہے۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ (تغابن:۶) — پس کافر بولے کیا بشر ہمیں ہدایت کرے گا لہٰذا وہ کافر ہو گئے پھر وہ پھر گئے اور اللہ بے پرواہ ہے۔

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (حجر:۳۳) — شیطان نے کہا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں۔ جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ لیس دار گارے سے تھی۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (مومنون:۲۴) — تو جس قوم کے سرداروں نے کفر کیا وہ بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی۔

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (مومنون:۳۴) — کفار نے کہا کہ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو گے تو تم ضرور گھاٹے میں رہو گے۔

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ (مومنون:۴۷) — فرعونی بولے کیا ہم ایمان لائیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری

marfat.com
Marfat.com

بندگی کر رہی ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبر کو بشر کہنا اولاً شیطان کا کام تھا۔ پھر ہمیشہ کفار نے کہا۔ مومنوں نے یہ کبھی نہ کہا اور ان کفار کے کفر کی سب سے بڑی وجہ یہ ہی تھی کہ وہ انبیاء سے برابری کے دعویدار ہو کر انہیں اپنی طرح بشر کہتے تھے۔

نوٹ ضروری حضور ﷺ کا بارہا اپنی بندگی اور بشریت کا اعلان کرنا اس لئے تھا۔ کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں دو معجزے دیکھ کر انہیں خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ ایک تو ان کا بغیر باپ پیدا ہونا۔ اور دوسرے مردے زندہ کرنا۔ مسلمانوں نے صدہا معجزے حضور ﷺ کے دیکھے چاند پھٹتا ہوا۔ سورج لوٹتا ہوا دیکھا کنکر کلمہ پڑھتے دیکھے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہتے دیکھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ بھی حضور کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیں۔ اس احتیاط کے لئے بار بار اپنی بشریت کا اعلان فرمایا۔

marfat.com
Marfat.com

تیسرا باب
مسائل قرآنیہ

اس باب میں ان ضروری مسائل کا ذکر ہوگا۔ جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ قرآن شریف سے صراحۃً ثابت ہیں اور ان کے ثبوت میں صرف قرآنی آیات ہی پیش کی جاویں گی اللہ تعالٰی اپنے حبیب ﷺ کے طفیل قبول فرمائے۔

مسئلہ ۱

کرامات اولیاء اللہ حق ہیں

جو عجیب و غریب حیرت انگیز کام نبی سے صادر ہو تو اگر نبوت کے ظہور سے پہلے صادر ہوئی وہ ارہاص ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن شریف میں کلام فرمانا، یا ہمارے نبی ﷺ کو کنکروں پتھروں کا بچپن میں سلام کرنا۔ اگر ظہور نبوت کے بعد ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا۔ یا نبی ﷺ کا چاند کو چیرنا، سورج کو واپس لانا اور جو ولی سے صادر ہو اسے کرامت کہتے ہیں اور جو عجیب و غریب کام کافر کے ہاتھ سے ہو وہ استدراج کہلاتا ہے جیسے دجال کا پانی برسانا۔ مردے زندہ کرنا ابھی تک اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا پیدا نہیں ہوا۔ جو معجزات کا انکار کرتا ہو قادیانی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان کے مسیح موعود میں کوئی معجزہ نہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اصلی مسیح میں کوئی معجزہ نہ تھا اس لئے ان کے مثل مسیح میں کوئی معجزہ نہیں ورنہ معجزات کے وہ بھی قائل ہیں۔ خود قرآن کریم کو حضور کا معجزہ مانتے ہیں ہاں بہت لوگ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ساری کرامات گھڑے ہوئے قصے کہانی ہیں۔ قرآن سے ثبوت نہیں ہم وہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں جن میں کرامات کا صریح ذکر ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ جب مریم کے پاس زکریا علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آل عمران:۳۷)

آتے تو بے موسم پھل پاتے تو کہا اے مریم تمہارے پاس یہ کہاں سے آئے تو بولیں یہ رب کے پاس سے آئے ہیں۔

حضرت مریم بنی اسرائیل کی ولیہ ہیں۔ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ مقفل کوٹھڑی میں بے موسم پھل انہیں غیب سے عطا ہوئے۔یہ کرامت ولی ہے۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ (کہف:۲۵)

اصحاب کہف غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔

اصحاب کہف نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ولی ہیں۔ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ غار میں تین سو نو برس سوتے رہے۔اتنا عرصہ بے غذا سونا اور فنا نہ ہونا کرامت ہے۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (کہف:۱۸)

اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سو رہے ہیں اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔

اس آیت میں اصحاب کہف جو اولیاء اللہ ہیں۔ان کی تین کرامتیں بیان ہوئیں۔ایک تو جاگنے کی طرح اب تک سونا۔دوسرے رب کی طرف سے کروٹیں بدلنا اور زمین کا ان کے جسموں کو نہ کھانا اور بغیر غذا باقی رہنا۔تیسرے ان کے کتے کا اب تک لیٹے رہنا یہ بھی ان کی کرامت ہے نہ کہ کتے کی۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (نمل:۴۰)

اور بولا وہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں تخت بلقیس آپ کے پاس لے آؤں گا۔آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے۔

اس آیت میں آصف بن برخیا کی جو بنی اسرائیل کے نبی نہیں بلکہ ولی ہیں کئی کرامتیں بیان ہوئیں،بغیر کسی کے پوچھے یمن پہنچ جانا۔وہاں سے اتنا وزنی تخت لے آنا اور یہ دور دراز سفر شام سے یمن تک جانا آنا ایک آن میں طے کر لینا۔

marfat.com
Marfat.com

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْــٴًـا اِمْرًا (کہف:۷۱)

دونوں موسیٰ وخضر علیہم السلام چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اس لئے توڑ دیا کہ کشتی والے ڈوب جائیں۔

اس آیت کریمہ میں خضر علیہ السلام جو کہ غالباً کسی قوم کے ولی ہیں۔ ان کی یہ کرامت بیان کی کہ انہوں نے کشتی توڑ ڈالی مگر کشتی نہ ڈوبی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا (کہف:۸۰)

حضرت خضر نے فرمایا کہ اس بچے کے ماں باپ مومن ہیں۔ ہم نے خوف کیا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔

اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام کی یہ کرامت بیان ہوئی کہ انہوں نے مقتول بچے اور اس کے والدین کے انجام کو جان لیا کہ وہ مومن رہیں گے اور یہ کافر ہوگا حالانکہ یہ علوم خمسہ میں ایک ہے۔

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا (کہف:۸۲)

خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

اس آیت میں خضر علیہ السلام کی یہ کرامت بیان ہوئی۔ کہ انہوں نے زمین کے نیچے کا دفینہ معلوم کر لیا۔

ان جیسی بہت سی آیات میں اولیاء اللہ کی کرامات بیان ہوئیں۔ ان کا علم غیب طی الارض یعنی بہت جلد سفر طے کرنا۔ بے آب وغذا بہت عرصہ زندہ رہنا، غرضیکہ بہت کرامات کا ذکر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ ۲

اللہ کے مقبول بندے باذن الٰہی مشکل کشا حاجت روا دافع بلا ہیں

اللہ کے پیارے اللہ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں۔ قرآن کریم اس کا اعلان فرما رہا ہے۔ دور و نزدیک ہر جگہ سے مافوق الاسباب مشکل کشائی اور مدد کرتے ہیں۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا (یوسف: ۹۳)

میرا یہ کرتہ لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا (یوسف: ۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ تو وہ قمیص یعقوب کے منہ پر ڈال دی۔ اسی وقت ان کی آنکھیں لوٹ آئیں۔

یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے۔ ان کی اس مصیبت کو یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص کے ذریعہ دور فرمایا اور ان کی مشکل کشائی کی۔ قمیص سے شفا دینا مافوق الاسباب مدد ہے۔

وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (یوسف: ۲۴)

اور بیشک زلیخا نے قصد کر لیا یوسف کا اور یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔

یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ تو آپ نے سامنے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اشارے سے منع فرما رہے ہیں۔ جس سے آپ کے دل میں ادھر میلان نہ پیدا ہوا۔ یہ رب تعالیٰ کی برہان تھی۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے تو یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر کی بند کوٹھڑی میں یوسف علیہ

marfat.com
Marfat.com

السلام کی یہ مدد کی کہ انہیں بڑی آفت اور ارادہ گناہ سے بچالیا (بعض تفاسیر) یہ ہے اللہ والوں کی مشکل کشائی اور مافوق الاسباب امداد۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران:۴۹)

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اندھا کوڑھی ہونا بلا ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے دفع کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے پیارے دافع البلاء ہوتے ہیں یعنی مافوق الاسباب مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (بقرہ:۶۰)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنی لاٹھی سے پتھر کو مارو۔ پس فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

بنی اسرائیل تیہ کے میدان میں پیاس کی آفت میں پھنسے تو رب تعالیٰ نے براہ راست انہیں پانی نہ دیا۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ آپ ان کے لئے دافع البلاء بن جائیں۔ اپنی لاٹھی پتھر پر ماریں تاکہ انہیں پانی ملے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے بحکم الٰہی پیاس کی بلا دور کرتے ہیں۔ مافوق الاسباب۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم:۱۹)

جبریل نے مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں آیا ہوں تاکہ تمہیں ستھرا بیٹا دوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل اللہ کے حکم سے بیٹا بخشتے ہیں۔ یعنی بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء:۶۴)

اے محبوب اگر یہ مجرم لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آجاویں اور خدا سے مغفرت مانگیں اور آپ بھی ان کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا

marfat.com
Marfat.com

مہربان پائیں۔

اس آیت نے بتایا کہ جو گناہوں کی بیماری میں پھنس جاوے وہ حضور کے شفا خانہ میں پہنچے وہاں شفا ملے گی آپ دافع البلاء ہیں اور مافوق الاسباب گناہ بخشوا دیتے ہیں۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ (ص:۴۲) — اے ایوب زمین پر اپنا پاؤں مارو یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

ایوب علیہ السلام کی بیماری اس طرح دور فرمائی گئی کہ ان سے فرمایا گیا اپنا پاؤں زمین پر رگڑو۔ رگڑنے سے پانی کا چشمہ پیدا ہوا۔ فرمایا اسے پی لو۔ اور غسل فرمالو۔ پینے سے اندرونی تکلیف دور ہوئی اور غسل سے بیرونی بیماری کو شفا ہوئی معلوم ہوا۔ کہ پیغمبروں کے پاؤں کا دھوون اللہ کے حکم سے شفا ہے۔ آج آب زمزم اس لئے شفا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی ایڑی سے پیدا ہوا مدینہ پاک کی مٹی کو خاک شفا کہتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے پاؤں مس ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگ دافع بلا ہیں اور یہ برکتیں مافوق الاسباب ہیں۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ۝ (طٰہٰ:۹۶) — پس میں نے فرشتے کے اثر سے ایک مٹھی مٹی لے لی۔ پس یہ مٹی اس بچھڑے میں ڈال دی میرے دل نے یہی چاہا۔

سامری نے حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے کی خاک اٹھائی۔ اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈالی جس سے اس میں زندگی پیدا ہوگئی اور وہ آواز کرنے لگا یہ ہی اس آیت میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات بے جان دھات میں جان ڈال سکتے ہیں۔ باذن اللہ!

اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ (بقرہ:۲۴۸) — نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آوے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دل کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے

marfat.com
Marfat.com

اسے فرشتے۔

بنی اسرائیل کو ایک صندوق رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پگڑی، حضرت ہارون کی نعلین شریف وغیرہ تھے اور انہیں حکم تھا کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں۔ فتح ہوگی اس آیت میں یہی واقعہ مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں۔ خیال رہے مٹی سے جان پڑنا، تبرکات سے فتح ہونا مافوق الاسباب مدد ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (انفال:۳۳)	اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔
لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (فتح:۲۵)	اگر مسلمان مکہ سے نکل جاتے تو ہم کافروں پر عذاب بھیجتے۔
فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ذاریات:۳۵)	پس نکال دیا ہم نے قوم لوط کی بستی سے ان مومنوں کو جو وہاں تھے۔

ان آیات میں فرمایا۔ کہ دنیا پر عذاب نہ آنے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا ہے۔ نیز مکہ والوں پر فتح مکہ سے پہلے اس لئے عذاب نہ آیا کہ وہاں کچھ غریب مسلمان تھے۔ قوم لوط پر عذاب جب آیا تو مومنین کو وہاں سے پہلے ہی نکال دیا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور مومنین کی طفیل سے عذاب الٰہی نہیں آتا یہ حضرات دافع البلاء ہیں بلکہ آج بھی ہمارے اس قدر گناہوں کے باوجود جو عذاب نہیں آتا یہ سب اس سبز گنبد کی برکت سے ہے۔

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ۔

تمہی شافع برایا، تمہی دافع بلایا!
تمہی قاسم عطایا کوئی تم سا کون آیا!

اعتراض قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہت دفعہ پیغمبروں نے کسی کو دعا یا بددعا دی۔ مگر قبول نہ ہوئی پھر وہ مشکل کشا دافع البلاء کیسے ہوئے؟

marfat.com
Marfat.com

جواب | یہ حضرات اللہ کے حکم سے دافع البلاء اور مشکل کشاہ ہیں۔ جہاں اذن الٰہی نہ ہو وہاں بلا دفع نہ ہوگی ہر چیز کا یہی حال ہے کہ خدا کے حکم سے نفع یا نقصان دیتی ہے غرضیکہ انبیاء واولیاء مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں مشکلیں آسان، مصیبت دور فرماتے ہیں۔

مسئلہ ۳

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

اللہ کے پیاروں کی زبان کن کی کنجی ہے جو ان کے منہ سے نکل جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورا ہو جاتا ہے۔ اس پر قرآن شریف کی آیتیں گواہ ہیں۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ (طٰہٰ:۹۷)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا جا تیری سزا دنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہتا پھرے گا کہ چھو نہ جانا اور بے شک تیرے لئے ایک وعدے کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا۔

موسیٰ علیہ السلام سامری سے ناراض ہو گئے کیونکہ اس نے بچھڑا بنا کر لوگوں کو مشرک کر دیا تھا۔ تو آپ کے منہ سے نکل گیا۔ جا تیرے جسم میں یہ تاثیر پیدا ہو جائے گی کہ جس سے تو چھو جاوے تو اسے بھی بخار آ جاوے۔ اور تجھے بھی۔ ایسا ہی ہوا۔ اور وہ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا۔ کہ مجھے کوئی نہ چھونا اور فرمایا کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ (یوسف:۴۱)

اور لیکن دوسرا قیدی پس سولی دیا جائے گا اور پھر پرندے اس کا سر کھائیں گے فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔

یوسف علیہ السلام سے جیل میں ایک قیدی نے اپنی خواب بیان کی۔ آپ نے تعبیر دی کہ تجھے سولی ہوگی وہ بولا۔ کہ میں نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا تھا میں تو مذاق میں کہتا تھا۔ آپ

marfat.com

Marfat.com

نے فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو جو میرے منہ سے نکل گیا وہ رب تعالیٰ کے ہاں فیصلہ ہو گیا پتہ لگا کہ ان کی زبان رب کا قلم ہے۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ (یونس: ۸۸)

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب فرعونیوں کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے پس یہ نہ ایمان لاویں جب تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے لئے تین بددعائیں کیں ایک یہ کہ ان کے مال ہلاک ہو جائیں۔ دوسرے اپنے جیتے جی یہ ایمان نہ لاویں تیسرے یہ کہ مرتے وقت ایمان لاویں اور پھر ایمان قبول نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعونیوں کا روپیہ پیسہ پھل غلہ سب پتھر ہو گیا اور ایمان کی توفیق زندگی میں نہ ملی۔ اور ڈوبتے وقت فرعون ایمان لایا اور بولا۔ آمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ۔ میں حضرت موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں مگر ایمان قبول نہ ہوا۔ دیکھو فرعون کے سوا کوئی کافر قوم ایمان لا کر نہ مری جو کلیم اللہ کے منہ سے نکلا وہ ہی ہوا۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ ۔ (بقرہ: ۱۲۶)

جب ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور یہاں کے باشندوں کو طرح طرح کے پھل دے۔

وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرہ: ۱۲۸)

ابراہیم نے دعا کی کہ ہماری اولاد میں ہمیشہ ایک جماعت فرمانبردار رکھ۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ (بقرہ: ۱۲۹)

اے رب ہمارے اسی مسلم جماعت میں وہ رسول آخری بھیج جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔

marfat.com
Marfat.com

رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾

(ابراہیم: ۳۷)

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک جنگل میں بسائی ہے جس میں کھیتی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اس لئے کہ نماز قائم رکھیں تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شائد وہ احسان مانیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی حسب ذیل دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

(۱) اس جنگل کو شہر بنا دے (۲) شہر امن والا (۳) یہاں کے باشندوں کو روزی اور پھل دے (۴) ہماری اولاد سب کافر نہ ہو جائے۔ ہمیشہ کچھ مسلمان ضرور رہے۔ (۵) اس مومن اولاد میں نبی آخر الزمان پیدا ہوں (۶) لوگوں کے دل اس بستی کی طرف مائل فرما دے (۷) یہ لوگ نماز قائم رکھیں۔

آج بھی دیکھ لو کہ یہ سات دعائیں کیسی قبول ہوئیں۔ وہاں آج تک مکہ شریف آباد ہے آپ کی ساری اولاد کافر نہ ہوئی۔ سید صاحبان سب گمراہ نہیں ہو سکتے۔ حضور ﷺ اسی مومن جماعت میں پیدا ہوئے۔ وہاں باوجودیکہ کھیتی باڑی نہیں مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے ہر جگہ قحط سے لوگ مرتے ہیں مگر وہاں آج تک کوئی قحط سے نہیں مرا مسلمانوں کے دل مکہ شریف کی طرف کیسے مائل ہیں۔ وہ دن رات دیکھنے میں آ رہا ہے کہ فاسق و فاجر بھی مکہ پر فدا ہیں۔

نوٹ ضروری حضرت ابراہیم کے منہ سے نکل گیا کہ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ بے کھیتی والا جنگل۔ تاثیر تو دیکھو۔ کہ اب تک وہ جگہ ریتلی ہی ہے۔ کہ وہاں کھیتی ہو سکتی ہی نہیں یہ ان کی زبان کی تاثیر ہے۔ اور کیوں نہ ہو رب تعالیٰ نے فرمایا اپنا لڑکا ذبح کر دو۔ عرض کیا بہت اچھا۔ فرمایا اپنے کو نمرود کی آگ میں ڈال دو۔ عرض کیا بہت اچھا فرمایا۔ اپنے بچے بیوی کو ویران جنگل میں بے آب و دانہ چھوڑ آؤ عرض کیا بہت اچھا۔ یہ نہ پوچھا کہ کیوں؟ جب وہ

marfat.com
Marfat.com

رب تعالیٰ کی اتنی مانتے ہیں تو رب بھی ان کی مانتا ہے۔ جلیل نے کہا۔ خلیل نے مانا۔ غرضیکہ ان کی زبان کن کی کنجی ہے۔

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (نوح: ۲۶-۲۷)

اور نوح نے عرض کیا کہ اے رب میرے زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں چھوڑے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور نہ جنیں گے مگر بدکار ناشکر کو۔

سورۂ نوح کی ان آخری تین آیتوں میں نوح علیہ السلام کی تین دعائیں ذکر ہوئیں۔ سارے کافروں کو ہلاک کر دے کہ اب ان کی اولاد بھی کافر ہی ہوگی۔ میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت کر۔ اور جو میرے گھر میں پناہ لے لے۔ اسے بھی بخش دے، ان دعاؤں کو رب تعالیٰ نے حرف بحرف قبول فرمایا۔ سارے عالم کے کافر غرق کر دیئے گئے آپ کے ماں باپ کی مغفرت کی گئی اور جس نے کشتی میں پناہ لی۔ اسے بچا لیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے نبوت کی عینک سے ان کی ہونے والی اولاد تک کا حال معلوم کر لیا کہ وہ کافر ہی ہوگی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ان حضرات کی زبانیں کن کی کنجی ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ انبیاء کرام کی جو دعا ارادۂ الٰہی کے خلاف ہوتی ہے اس سے انہیں روک دیا جاتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جاوے۔ اور یہ ان کی انتہائی عظمت ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ (ہود: ۷۶)

اے ابراہیم اس دعا سے اعراض کرو قوم لوط پر عذاب آنے والا ہے۔ نہیں لوٹ سکتا۔

لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (توبہ: ۸۴)

آپ منافقین میں سے کسی پر جو مر جائے نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط کے لئے دعا فرمائی۔ لیکن چونکہ ان کی نجات ارادہ الٰہی کے خلاف تھی لہٰذا انہیں اس سے روک دیا گیا۔ ہمارے نبی ﷺ کو منافق پر جنازہ سے روک دیا گیا۔ کیونکہ اس نماز میں میت کے لئے دعا بخشش ہوتی ہے اور منافقین کی بخشش ارادہ الٰہی کے خلاف ہے۔ لہٰذا آپ کو اور آپ کے صدقے سے سب کو اس سے منع کر دیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کی دعا، قبول ہو تو بھی ان کی عظمت اور اگر ان کی دعا کسی وجہ سے قبول نہ بھی ہو سکے۔ تو بھی ان کی عظمت ہے ان کی مثل کوئی ہو سکتا ہی نہیں۔

مسئلہ ۴

محبوبان خدا دور سے سنتے دیکھتے ہیں

اللہ کے پیارے بندے نزدیک دور کی چیزیں دیکھتے ہیں اور دور کی آہستہ آواز بھی باذن الٰہی سنتے ہیں قرآن کریم اس پر گواہ ہے۔

قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (نمل:۱۹)

ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو سلیمان اس چیونٹی کی آواز سن کر مسکرا کر ہنسے۔

چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو ہم کو قریب سے بھی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کئی میل دور سے سنی۔ کیونکہ وہ اس وقت چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی جب آپ کا لشکر ابھی اس جنگل میں داخل نہ ہوا تھا اور لشکر تین میل میں تھا۔ تو آپ نے یہ آواز یقیناً تین میل سے زیادہ فاصلہ سے سنی۔ رہا چیونٹیوں کا یہ کہنا کہ وہ بے خبری میں کچل دیں۔ اس سے مراد بے علمی نہیں ہے بلکہ ان کا عدل و انصاف بتانا مقصود ہے کہ وہ بے قصور چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ اگر تم کچلی گئیں تو اس کی وجہ صرف ان کی بے توجہی ہوگی کہ تمہارا خیال نہ کریں اور تم کچلی جاؤ۔

وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ

جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے

marfat.com

Marfat.com

لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (یوسف: ۹۴)

باپ نے کہا کہ بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر تم مجھے سٹھا ہوا نہ کہو۔

یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں اور یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر سے چلی ہے۔ اور آپ نے خوشبو یہاں سے پالی یہ نبوت کی طاقت ہے۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ (نمل: ۴۰)

اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس حاضر کر دوں گا آپ کے پلک مارنے سے پہلے۔

آصف شام میں ہیں اور بلقیس کا تخت یمن میں اور فوراً لانے کی خبر دے رہے ہیں اور لانے جانے کے بغیر ناممکن ہے معلوم ہوا کہ وہ اس تخت کو یہاں سے دیکھ رہے ہیں یہ ہے ولی کی نظر۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران: ۴۹)

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس کی جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھ گھروں کے اندر جو ہو رہا ہے اسے دور سے دیکھ رہی ہے کہ کون کھا رہا ہے اور کیا رکھ رہا ہے۔ یہ ہے نبی کی قوت نظر۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (اعراف: ۲۷)

وہ ابلیس اور اس کے قبیلہ تم سب کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (سجدہ: ۱۱)

فرما دو تم سب کو موت کا فرشتہ موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

شیطان اور اس کی ذریت کو گمراہ کرنے کے لئے ملک الموت کو جان نکالنے کے لئے یہ طاقت دی کہ عالم کے ہر انسان بلکہ ہر جاندار کو دیکھ لیتے ہیں۔ تو انبیاء و اولیاء کو جو رہبر و ہادی ہیں۔ سارے عالم کی خبر ہونا لازم ہے تا کہ دوا کی طاقت بیماری سے کم نہ ہو۔

marfat.com
Marfat.com

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ (حج:۲۷)	اور لوگوں کو حج کا اعلان سنا دو وہ آئیں گے تمہارے پاس پیدل اور ہر اونٹنی پر۔

ابراہیم علیہ السلام کی آواز تمام انسانوں نے سنی۔ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۝ (انعام:۷۵)	اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کو رب تعالیٰ نے وہ بینائی بخشی کہ انہوں نے تحت الثریٰ سے عرش اعلیٰ تک دیکھ لیا۔ کیونکہ خدا کی بادشاہی تو ہر جگہ ہے اور ساری بادشاہی انہیں دکھائی گئی۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۝ (فیل:۱)	کیا نہ دیکھا آپ نے کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟
اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۝ (فجر:۶)	کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوب کہ آپ کے رب نے قوم عاد سے کیا کیا؟

اصحاب فیل کی تباہی نبی ﷺ کی ولادت شریف سے چالیس دن پہلے ہے اور قوم عاد و ثمود پر عذاب آنا حضور کی ولادت شریف سے ہزاروں برس پہلے ہے۔ لیکن ان دونوں قسم کے واقعوں کے لئے رب تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے یہ واقعات نہ دیکھے یعنی دیکھے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کی نظر گذشتہ آئندہ سب کو دیکھتی ہے اس لئے حضور ﷺ نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو عذاب پاتے دیکھا حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہوگا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا	پاک ہے وہ اللہ جو راتوں رات لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے برکت

marfat.com
Marfat.com

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (بنی اسرائیل:۱) دے رکھی ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہ بندہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات اللہ کی ذات صفات، نشانیاں قدرت سب کو دیکھا۔

اعتراض یعقوب علیہ السلام کی نظر اور قوت شامہ اگر اتنی تیز تھی کہ مصر کے حالات معلوم کر لئے تو چالیس سال تک فراق یوسف میں کیوں روتے رہے ان کے رونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام سے بے خبر تھے۔

جواب اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ انبیاء کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہیں جب چاہتا ہے تب انہیں ادھر متوجہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ادھر متوجہ نہیں فرماتا۔ بے علمی اور ہے بے توجہی کچھ اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا گریہ عشق الٰہی میں تھا یوسف علیہ السلام اس کا سبب ظاہری تھے مجاز حقیقت کا پل ہے ورنہ آپ یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے واقف تھے خود قرآن کریم نے ان کے کچھ قول ایسے نقل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتے تھے فرماتا ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ (یوسف:۸۷) میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اے بچو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ سے ناامید نہ ہو۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا (یوسف:۸۳) قریب ہے کہ اللہ ان تینوں یہودا، بنیامین یوسف کو میرے پاس لائے گا۔

پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ برادران یوسف علیہ السلام بنیامین کو مصر میں چھوڑ کر آئے تھے۔ مگر آپ فرماتے ہیں یوسف اور اس کے بنیامین بھائی کا سراغ لگاؤ یعنی وہ دونوں ایک ہی

marfat.com
Marfat.com

جگہ ہیں۔ دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ دوبارہ مصر میں بظاہر یہودا اور بنیامین دونوں گئے تھے۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ ان تینوں کو میرے پاس لائے گا تیسرے کون تھے وہ یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (یوسف:۶)	اے یوسف تمہیں اللہ اسی طرح نبوت کے لئے چنے گا۔ اور تمہیں باتوں کا انجام بتائے گا۔

خود تعبیر دے چکے ہیں کہ تم نبی بنو گے اور علم تعبیر دیئے جاؤ گے اور ابھی تک وہ تعبیر ظاہر نہ ہوئی تھی اور آپ جانتے تھے کہ یہ خواب سچا ہے۔ ضرور ظاہر ہوگا۔

اعتراض حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ملک کی خبر نہ ہوئی ہدہد نے کہا۔

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (نمل:۲۲)	میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں آپ کے پاس سبا سے یقینی خبر لایا ہوں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (نمل:۲۷)	فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

اگر آپ ملک بلقیس سے واقف ہوتے تو بلقیس کے پاس خط بھیج کر یہ تحقیق کیوں فرماتے۔ کہ ہدہد سچا ہے یا جھوٹا معلوم ہوا کہ آپ بلقیس سے بے خبر تھے اور ہدہد خبردار تھا۔ پتہ لگا کہ نبی کے علم سے جانور کا علم زیادہ ہو سکتا ہے (وہابی دیوبندی)

جواب ان آیات میں رب تعالیٰ نے کہیں نہ فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کو علم نہ تھا۔ ہدہد نے بھی آکر یہ نہ کہا کہ آپ کو بلقیس کی خبر نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ۔ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی۔ یعنی نہ آپ وہاں گئے تھے نہ دیکھ کر آئے تھے۔ یہ کہاں سے پتہ لگا کہ آپ بے خبر بھی تھے۔ اگر بے خبر ہوتے تو جب آصف کو حکم دیا کہ بلقیس کا تخت لاؤ تو آصف نے نہ کہا کہ حضور میں نے وہ جگہ دیکھی نہیں۔ نہ مجھے یہ خبر ہے۔ کہ اس کا تخت

marfat.com

Marfat.com

کہاں رکھا ہے آپ ہدہد کو میرے ساتھ بھیجیں۔ وہ راستہ دکھائے تو میں لا دوں گا نہ کسی سے راستہ پوچھا نہ پتہ دریافت کیا بلکہ آناً فاناً حاضر کر دیا۔ اگر وہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ تھا تو لے کیسے آئے۔ جب آصف کی نگاہ سے تخت غائب نہیں تو حضرت سلیمان سے کیسے غائب ہوگا مگر ہر کام کا ایک وقت اور ایک سبب ہوتا ہے۔ بلقیس کے ایمان لانے کا یہ ہی وقت تھا اور ہدہد کو اس کا سبب بنانا منظور تھا۔ تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبروں کے درباری جانور بھی لوگوں کو ایمان دیا کرتے ہیں۔ اس لئے اس سے پہلے آپ نے بلقیس کی خبر نہ دی۔

آپ کا تحقیق فرمانا بے علمی کی دلیل نہیں ورنہ رب تعالیٰ بھی قیامت میں تمام مخلوق کے اعمال کی تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا تو چاہئے کہ وہ بھی بے خبر ہو۔

مسئلہ ۵

مردے سنتے ہیں اور محبوبین بعد وفات مدد کرتے ہیں

اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بابوں میں ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مردے سنتے ہیں اور زندوں کے حالات دیکھتے ہیں کچھ اجمالی طور سے یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ۝ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ۝ (اعراف: ۷۹)

پس پکڑ لیا قوم صالح کو زلزلے نے تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی۔ اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ۝ (اعراف: ۹۳)

تو شعیب نے ان مرے ہوؤں سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہیں

marfat.com
Marfat.com

نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں پر۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام نے ہلاک شدہ قوم پر کھڑے ہوکر ان سے یہ باتیں کیں۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۝ (زخرف:۴۵)

اور ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور خدا ٹھہرائے ہیں جو پوجے جاویں۔

گزشتہ نبی حضور ﷺ کے زمانہ میں وفات پاچکے تھے۔ فرمایا جارہا ہے کہ وفات یافتہ رسولوں سے پوچھو کہ ہم نے شرک کی اجازت نہ دی تو ان کی امتیں ان پر تہمت لگا کر کہتی ہیں۔ کہ ہمیں شرک کا حکم ہمارے پیغمبروں نے دیا ہے اگر مردے نہیں سنتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی؟ بلکہ اس تیسری آیت سے تو یہ معلوم ہوا کہ خاص بزرگوں کو مردے جواب بھی دیتے ہیں اور وہ جواب سن بھی لیتے ہیں اب بھی کشف قبور کرنے والے مردوں سے سوال کرلیتے ہیں۔ اس لئے نبی ﷺ نے بدر کے مقتول کافروں سے پکار کر سوال کیا کہ بولو میرے تمام فرمان سچے تھے یا نہیں۔ فاروق اعظم نے عرض کیا کہ بے جان مردوں سے آپ کلام کیوں فرماتے ہیں۔ تو فرمایا وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب زندے واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے اسی لئے ہم نمازوں میں حضور ﷺ کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے، استنجا کرنے والے سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے۔ اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت زندگی میں لوگوں کی سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے۔ بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور بعض دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیاء مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے۔ گھٹتی نہیں لہٰذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جا کر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں۔ لیکن انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب

marfat.com
Marfat.com

زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو۔ مگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جا کر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جا کر پکارا جاوے۔ تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔ جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو کر آواز دو تو سنے گی۔ دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

اعتراض حضور ﷺ کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جاوے اس میں یہ نیت نہ ہو کر آپ سن رہے ہیں۔ بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (وہابی)

جواب اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مردے سنتے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو اگر حضور انور ﷺ نے قبر انور میں سے سن لیا۔ تو تمہارے قول کے خلاف ہو گیا دوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اسے خطاب کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور ﷺ کو خط تو لکھتے نہیں۔ تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یوں کہا جانا چاہئے کہ اے فرشتو حضور سے ہمارا سلام کہنا۔ خطاب فرشتوں سے ہونا چاہئے تھا تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے صرف یہ ہے کہ دور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سنتے ہوں جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض مردے نہیں سنتے قرآن کریم فرما رہا ہے۔

وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

marfat.com

Marfat.com

(فاطر:۲۲)

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (نمل:۸۱)

پس تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار۔ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ۔

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تم بھی نبی ﷺ کے سننے کے قائل ہو کہ جو قبر انور پر سلام پڑھا جاوے وہ سرکار سن لیتے ہیں۔ وہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال سکتے حالانکہ حضور ﷺ کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پر آ گئے تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں، اندھوں اور بہروں سے مراد وہ کفار ہیں جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں۔ اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ انہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (نمل:۸۱)

تم اس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاویں اور وہ مسلمان ہوں۔

یہ سورۂ نمل اور سورۂ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے، بہرے، مردے سے مراد یہ اندھے اور مردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ پتہ لگا کہ اس سے دل کے مردے، دل کے اندھے مراد ہیں انہیں مردہ، بہرہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (بقرہ:۱۸)

یہ کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں۔ پس وہ نہ لوٹیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (انعام:۱۲۲)

اور کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیئے گئے ہیں۔

اس آیت میں مردے سے مراد کافر، زندگی سے مراد ہدایت، اندھیروں سے مراد کفر، روشنی سے مراد ایمان ہے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیات کی تفسیر ہے۔

وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا۝ (بنی اسرائیل:۷۲)

جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہوا ہے۔

اس میں بھی اندھے سے مراد دل کا اندھا ہے نہ کہ آنکھ کا اندھا، بہرحال جن آیتوں میں اندھوں، مردوں، بہروں کے نہ سننے نہ ہدایت پانے کا ذکر ہے۔ وہاں کفار مراد ہیں بلکہ مردے مدد بھی کرتے ہیں۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران:۸۱)

اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول تشریف لا دیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ تم محمد مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا حالانکہ وہ پیغمبر آپ کے زمانہ میں وفات پا چکے تو پتہ لگا۔ کہ وہ حضرات بعد وفات حضور ﷺ پر ایمان بھی لائے اور روحانی مدد بھی کی۔ چنانچہ سب نبیوں نے حضور ﷺ کے پیچھے معراج کی رات نماز پڑھی۔ یہ اس ایمان کا ثبوت ہوا حج وداع

marfat.com
Marfat.com

میں بہت سے پیغمبر آپ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام نے اسلام والوں کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ آخر میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ظاہری مدد کے لئے آئیں گے۔ اموات کی مدد ثابت ہوئی۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (نساء:۶۴)	اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے پاس آجاویں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور رسول بھی ان کیلئے دعاء مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مدد سے توبہ قبول ہوتی ہے اور یہ مدد زندگی سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک یہ حکم ہے یعنی بعد وفات بھی ہماری توبہ حضور ﷺ ہی کی مدد سے قبول ہوگی بعد وفات مدد ثابت ہوئی۔ اسی لئے آج بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ مدینہ منورہ میں سلام پڑھتے وقت یہ آیت پڑھ لیا کریں۔ اگر یہ آیت فقط زندگی کے لئے تھی تو اب وہاں حاضری کا اور اس آیت کے پڑھنے کا حکم کیوں ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء:۱۰۷)	اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

حضور ﷺ تمام جہانوں کی رحمت ہیں۔ اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی جہان تو رہے گا اگر آپ کی مدد اب بھی باقی نہ ہو۔ تو عالم رحمت سے خالی ہوگیا۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (سبا:۲۸)	اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔

اس للناس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد آئے اور آپ کی یہ مدد تا قیامت جاری ہے۔

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ	اور یہ بنی اسرائیلی کافروں کے مقابلہ میں اسی رسول کے ذریعہ سے فتح کی دعا

marfat.com

Marfat.com

کرتے تھے پھر جب وہ جانا ہوا رسول (بقرہ:۸۹)
ان کے پاس آیا تو یہ ان کا انکار کر بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی لوگ آپ کے نام کی مدد سے دعائیں کرتے۔ اور فتح حاصل کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ کی مدد دنیا میں آنے سے پہلے شامل حال تھی تو بعد بھی رہے گی۔ اسی لئے آج بھی حضور کے نام کا کلمہ مسلمان بناتا ہے۔ درود شریف سے آفات دور ہوتی ہیں حضور ﷺ کے تبرکات سے فائدہ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات سے بنی اسرائیل جنگوں میں فتح حاصل کرتے تھے یہ سب بعد وفات کی مدد ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ اب بھی بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ ایک آن کے لئے موت طاری ہوئی اور پھر دائمی زندگی عطا فرمادی گئی قرآن کریم تو شہیدوں کی زندگی کا بھی اعلان فرمارہا ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ زندوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں عالم ہے، حافظ ہے، قاضی ہے اور مردوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عالم تھا، حافظ تھا۔ زندوں کے لئے "ہے" اور مردوں کے لئے "تھا" استعمال ہوتا ہے نبی کا کلمہ جو صحابہ کرام آپ کی زندگی میں پڑھتے تھے وہی کلمہ قیامت تک پڑھا جاوے گا۔ کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام بھی کہتے تھے کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ شفیع المذنبین، رحمتہ اللعالمین ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں اگر آپ زندہ نہ ہوتے تو ہمارا کلمہ بدل جانا چاہئے تھا ہم کلمہ یوں پڑھتے۔ کہ "حضور اللہ کے رسول تھے" جب آپ کا کلمہ نہ بدلا تو معلوم ہوا کہ آپ کا حال بھی نہ بدلا لہٰذا آپ اپنی زندگی شریف کی طرح ہی سب کی مدد فرماتے ہیں۔ ہاں اس زندگی کا ہم کو احساس نہیں۔

مسئلہ ۶

یادگاریں قائم کرنا اور بڑی تاریخوں پر خوشیاں منانا

جس تاریخ یا جس دن کبھی کوئی نعمت آئی ہو تا قیامت وہ تاریخ معظم ہو جاتی ہے اس تاریخ میں یادگاریں منانا، خوشیاں منانا، خوشی میں عبادتیں کرنا حکم قرآن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (بقرہ:۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ (قدر:۱۔۳)

بیشک ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا۔ اور تمہیں کیا خبر کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ شب قدر اور ماہ رمضان کی اتنی عظمت ہے کہ شب قدر تو ہزار ماہ سے افضل ہوگئی۔ اور ماہ رمضان باقی مہینوں سے بہتر ہوگیا اور اس کا نام قرآن میں آیا اس کے سواء کسی مہینہ کا نام قرآن میں نہ آیا۔ محض اس لئے کہ یہ مہینہ اور یہ رات قرآن کے نزول کا وقت ہے۔ قرآن تو ایک دفعہ اتر چکا مگر ان کی یہ عظمت ہمیشہ کے لئے ہوگئی۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (ضحیٰ:۱۱)

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ (یونس:۵۸)

فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ وہ ان کی دھن دولت سے بہتر ہے۔

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (ابراہیم:۵)

اے موسیٰ بنی اسرائیل کو اللہ کے دن یاد دلا دو۔ جن دنوں میں ان پر نعمتیں اتریں۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گذار کو۔

قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ (مائدہ:۱۱۴)

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا کہ یا رب ہم پر آسمان سے دسترخوان اتار کہ وہ ہمارے لئے اگلوں پچھلوں کی عید ہو اور

marfat.com
Marfat.com

یہ تیری طرف سے نشانی ہو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ بنی اسرائیل کو انعامات کی تاریخیں یاد دلاتے رہو اور ان کی یادگاریں قائم کرو اور عیسیٰ علیہ السلام نے غیبی دسترخوان کے آنے کی تاریخ کو اپنے اگلے پچھلے سارے عیسائیوں کے لئے عید قرار دیا۔ لہٰذا میلاد شریف، گیارہویں شریف، بزرگوں کے عرس، فاتحہ، چالیسواں، تیجہ وغیرہ سب جائز ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کی نعمت کی یادگاریں ہیں اور یادگاریں منانا حکم قرآنی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (مائدہ:۷) اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے۔

اعتراض مسلم و بخاری کی روایت میں ہے کہ جمعہ کا روزہ نہ رکھو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ کسی دن کی تعین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ لہٰذا منع ہے (وہابی)

جواب اس کا جواب خود اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو۔ یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے نیز فرماتے ہیں نبی ﷺ کہ صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے۔ بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے۔ معلوم ہوا کہ مقرر کرنا منع نہیں۔ بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے۔ ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے کیا وجہ ہے کہ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے۔ غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سننا، نماز جمعہ پڑھنا۔ ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو۔ لہٰذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے جیسے حاجی کو نویں تاریخ، بقرعید کا روزہ اور حاجی کو بقرعید کی نماز مکروہ ہے اس لئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں۔ روزے سے اس کے کاموں میں حرج ہوگا تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزے میں یہود سے مشابہت ہے۔ کیونکہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے

marfat.com

Marfat.com

پیچھے ایک دن اور ملالو۔ تاکہ مشابہت نہ رہے چوتھے یہ کہ خود نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ دوشنبہ کا روزہ کیسا ہے۔ فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے اسی دن نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ لہٰذا روزہ رکھو اور خود نبی ﷺ نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی۔

اگر یادگاریں منانا برا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں۔

اعتراض چونکہ میلاد شریف اور عرس میں لوگ بہت حرام کام بھی کرتے ہیں لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب قاعدہ غلط ہے کوئی سنت حرام کام کے ملنے سے ناجائز نہیں ہو جاتی۔ نکاح سنت ہے مگر لوگوں نے اس میں ہزاروں خرافات ملا دیں تو نکاح کو نہیں روکا جاتا بلکہ ان چیزوں سے منع کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۷

بزرگوں کی جگہ کی تعظیم اور وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے

جس جگہ کوئی ولی رہتے ہوں یا رہے ہوں یا کبھی بیٹھے ہوں وہ جگہ حرمت والی ہے وہاں عبادت اور دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اس کی تعظیم کرو دعا مانگو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (بقرہ:۵۸)

اور یاد کرو جب ہم نے کہا کہ داخل ہو تم اس بستی میں پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک خوب کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکی والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور گناہ کی معافی چاہو۔ بیت

marfat.com
Marfat.com

المقدس نبیوں کی بستی ہے اس کی تعظیم کرائی گئی کہ سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہاں جا کر توبہ کرو۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران:۹۷)	جو اس مکہ میں داخل ہو گیا امن والا ہو گیا
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ۝ (عنکبوت:٦٧)	کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرم شریف کو امن والا بنایا اور ان کے آس پاس کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

ان آیتوں سے پتہ لگا۔ کہ حضرت خلیل اللہ کی بستی جو کعبہ معظمہ کا شہر ہے۔ بہت حرمت والا اور عظمت والا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۝ (آل عمران:۳۸)	وہاں مریم کے پاس زکریا نے دعا مانگی عرض کیا کہ اے رب مجھے اپنی طرف سے ستھری اولاد دے بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔
قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۝ (کہف:۲۱)	اور جو اس معاملہ پر غالب آئے وہ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر اولاد کی دعا مانگی۔ تاکہ قرب ولی کی وجہ سے دعا جلد قبول ہو اور مسلمانوں نے اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائی۔ تاکہ ان کی برکت سے نماز زیادہ قبول ہوا کرے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ (بلد:۱۔۲)	میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی جبکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔
وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۝ (التین:۱۔۳)	قسم ہے انجیر کی زیتون اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر کی۔

marfat.com
Marfat.com

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے بندے ہوں وہ جگہ ایسی حرمت والی ہو جاتی ہے کہ اس کی رب قسم فرماتا ہے۔

ان آیات سے یہ بھی پتہ لگا کہ بزرگوں کے چلے جہاں انہوں نے عبادت کی وہاں جا کر نماز پڑھنا، دعا کرنا، اس جگہ کی تعظیم کرنا باعث ثواب ہے اسی لئے مدینہ منورہ میں ایک عبادت کا ثواب پچاس ہزار ہے اور مکہ مکرمہ میں ایک عبادت کا ثواب ایک لاکھ۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ جگہ اللہ کے پیاروں کی ہے ریل اگرچہ مساوی لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی صرف اسٹیشن پر ہے اللہ کے بندوں کی جگہ رحمت خدا کے اسٹیشن ہیں۔

مسئلہ ۸

سچے مذہب کی پہچان

اسلام میں آج بہت سے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو حق کہتا ہے اور ہر ایک قرآن سے اپنا مذہب ثابت کرتا ہے۔ قرآن سے پوچھو کہ سچا مذہب کون ہے وہ فرماتا ہے۔

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (توبہ:۱۱۹)	اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (فاتحہ)	ہم کو سیدھے رستے کی ہدایت دے اور ان کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا۔
اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (انعام:۹۰)	یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم ان ہی کی راہ پر چلو۔
قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ (بقرہ:۱۳۳)	اولاد یعقوب نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ داداوں ابراہیم اسمٰعیل اسحاق کے معبود کو پوجیں گے۔
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھی

marfat.com
Marfat.com

(احزاب:۲۱) پیروی ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا (بقرہ:۱۳۵) فرما دو بلکہ ہم پیروی کریں گے ابراہیم کے دین کی جو ہر برائی سے دور ہے۔

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِـعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۠ (نساء:۱۱۵) اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ حق اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا (بقرہ:۱۴۳) اور ایسے ہی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تم پر نگہبان گواہ ہوں۔

ان مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ سچے مذہب کی پہچانیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس مذہب میں سچے لوگ یعنی اولیاء اللہ، صالحین، علماء ربانی ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ عام مومنین کا مذہب ہو۔ چھوٹے چھوٹے فرقے جن میں اولیاء، صالحین نہیں وہ غلط راستے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ بڑے گروہ کی پیروی کرو یعنی حضور ﷺ کے زمانہ سے اب تک جس مذہب پر عام مسلمان رہے ہوں۔ وہ قبول کرو۔ یہ دونوں علامتیں آج صرف مذہب اہل سنت میں پائی جاتی ہیں، قادیانی، شیعہ، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی میں نہ اولیاء اللہ تھے، نہ ہیں۔ تمام چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی اسی سنی مذہب میں گذرے ہیں۔ اور اسی مذہب میں آج ہیں نیز حضور ﷺ کے زمانہ سے آج تک مسلمانوں کی بڑی جماعت اسی مذہب پر رہی بزرگوں کا ادب حضور ﷺ کی تعظیم، ان سے حاجتیں مانگنا حضور ﷺ کو علم غیب ماننا وغیرہ تمام چیزیں عام مسلمانوں کا مذہب رہا اور ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو۔

marfat.com
Marfat.com

لطیفہ | ہر قوم کی تاریخ اس کے نام سے معلوم کرو۔ قوموں کے موجودہ نام تاریخی نام ہیں ہم اس پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

مرزائی | اس فرقہ کی پیدائش مرزا غلام احمد قادیانی کے وقت سے ہے۔ یعنی بارہویں صدی کی پیداوار ہے۔ اس جماعت کی عمر سو برس ہے۔

چکڑالوی | اس فرقے کی پیدائش عبداللہ چکڑالوی پنجابی کے وقت سے ہوئی یعنی اس کی عمر ایک سو پندرہ سال ہے۔

اثنا عشری شیعہ | اس فرقہ کی پیدائش بارہ اماموں کے وقت سے ہوئی۔ کیونکہ اثنا عشر کے معنی ہیں بارہ امام۔ جب بارہ امام پیدا ہوئے تو یہ فرقہ ظہور میں آیا۔ اس لئے اس کی عمر تقریباً گیارہ سو برس ہے یعنی حضور انور ﷺ سے تین سو سال بعد میں ہوا۔

خیال رہے۔ کہ ان شیعہ عقیدہ میں امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ جو قرآن لے کر چھپ گئے ہیں قریب قیامت آئیں گے۔

وہابی | خواہ دیوبندی ہوں یا غیر مقلد اس فرقے کی پیداوار عبدالوہاب نجدی کے وقت میں ہوئی لہٰذا اس کی عمر ایک سو ستر سال ہے۔ یعنی گیارہویں صدی میں پیدا ہوا۔

بابی۔ بہائی | ان دونوں فرقوں کی پیداوار بہاء اللہ اور عبداللہ باب کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کی عمر سو برس سے بھی کم ہے۔

اہل سنت والجماعت | جب سے سنت رسول اللہ ﷺ دنیا میں آئی۔ تب سے یہ مذہب آیا یعنی جو عمر سنت رسول ﷺ ہے وہی اس مذہب کی ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں کی عام جماعت کا یہی مذہب ہے لہٰذا اس فرقے کا نام ہوا اہل السنت والجماعت یعنی سنت رسول اور جماعت مسلمین والا فرقہ۔

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ یہی فرقہ حق ہے۔ اگرچہ قرآن پاک کا ترجمہ سب کرتے ہیں۔ حدیثیں سب دبائے پھرتے ہیں۔ اور علماء سارے فرقوں میں ہیں مگر صادقین یعنی اولیاء کاملین، حضور غوث پاک، خواجہ اجمیر، خواجہ بہاء الدین نقشبند، شیخ شہاب الدین سہروردی گذشتہ اولیاء اللہ اور موجودہ اولیاء کرام تونسہ شریف، سیال شریف،

marfat.com
Marfat.com

گولڑہ شریف، علی پور شریف، بٹالہ شریف وغیرہ تمام آستانے والے اسی مذہب پر ہیں۔ لہٰذا ان آیات نے صاف طور پر بتایا کہ یہی مذہب حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر ہم سب کو رکھے اور اسی پر خاتمہ نصیب کرے۔ آمین!

مسئلہ ۹

دم درود کرنا، پڑھ کر پھونکنا

بعض لوگ صوفیاء کرام کے تعویذ، دم، جھاڑ، پھونک کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کھانے کمانے کے ڈھنگ ہیں قرآن میں اس کا ثبوت نہیں۔ بلکہ جو ہوا پیٹ میں سے نکلتی ہے وہ گرم اور بیماری والی ہوتی ہے۔ وہ پھونک بیمار کرے گی۔ شفا نہ دے گی۔ مگر یہ خیال قرآن کے خلاف ہے۔

قرآن کریم نے دم کرنے اور پھونکنے کی تاثیر کا اعلان فرمایا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

پھونکنے میں تاثیر ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۝ (حجر:۲۹)

رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تو جب میں آدم کے جسم کو ٹھیک کرلوں اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو ان کے لئے سجدے میں گرجانا۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے روح پھونک کر آدم علیہ السلام کو زندگی بخشی۔ رب تعالیٰ کا پھونکنا وہ ہے جو اس کی شان کے لائق ہو۔ مگر لفظ پھونکنے کا استعمال فرمایا گیا۔ بلکہ جان کو روح اسی واسطے کہتے ہیں کہ وہ پھونکی ہوئی ہوا ہے۔ روح کے معنی ہوا، پھونک ہیں۔

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۝ (تحریم:۱۲)

اللہ بیان فرماتا ہے عمران کی بیٹی مریم کا جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی

marfat.com
Marfat.com

باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور
فرمانبرداروں میں ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت جبریل نے مریم کے گریبان میں دم کیا۔ جس سے آپ حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی لئے آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے اور کلمۃ اللہ بھی یعنی اللہ کا دم یا اللہ کا کلمہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کچھ پڑھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر دم کیا۔ جس سے یہ فیض دیا۔ اب بھی شفا وغیرہ کے لئے پڑھ کر دم ہی کرتے ہیں۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ (آل عمران:۴۹)

فرمایا عیسیٰ نے کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے پرندے کی صورت۔ پھر اس میں دم کرتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور کوڑھی اندھے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام دم کر کے مردے زندہ کرتے تھے کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔ یہاں بھی دم سے ہی یہ فیض دیئے گئے۔

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ (زمر:۶۸)

اور پھر پھونکا جائے گا صور میں تو بیہوش ہو جائیں گے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں

یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ (نبا:۱۸)

جس دن پھونکا جاوے گا صور میں پس آؤ گے تم فوج در فوج۔

معلوم ہوا قیامت کے دن صور میں پھونکا جاوے گا۔ جس سے مردے زندہ ہوں گے۔ غرضیکہ ابتداء انتہا اور بقا ہمیشہ فیض دم سے ہوا۔ اور ہوتا ہے اور ہوگا اسی لئے آج بھی صوفیا قرآن کریم پڑھ کر دم کرتے ہیں۔ خود نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام بیماروں پر قرآن شریف پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ کیونکہ جیسے پھولوں سے چھوکر ہوا میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی جس زبان سے قرآن شریف پڑھا گیا ہو اس سے چھوکر جو ہوا آوے گی وہ شفا دے گی۔ اسی طرح تبرکات سے شفا ملتی ہے جیسا کہ اسی باب کے شروع میں آیات سے ثابت

marfat.com

Marfat.com

کیا گیا۔

مسئلہ ۱۰

سارے صحابہ برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کرام کی حقانیت وصداقت کا اعلان فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے۔

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔ (بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا۔ کہ قرآن میں کوئی شک وتردد نہیں۔ شک کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانے والا غلطی کرے یا جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک وشبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ۔ لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام، لینے والے حضور ﷺ اور حضور سے لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، نبی ﷺ تک تو محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام سچے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہو گیا۔ کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات:۶) اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے تو تحقیق کر لیا کرو اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا قرآن پر یقین جب ہی ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام کے تقویٰ و دیانت پر یقین ہو۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (بقرہ:۳) قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ الخ

یعنی اے کافرو! جن پرہیزگاروں یعنی جماعت صحابہ کو تم دیکھ رہے ہو۔ انہیں قرآن نے ہی ہدایت دی اور یہ لوگ قرآن ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں قرآن کریم نے ہی

marfat.com
Marfat.com

ان کی کایا پلٹ دی اگر قرآن کا کمال دیکھنا ہو تو ان صحابہ کرام کا تقویٰ دیکھو۔ اس آیت میں قرآن نے صحابہ کرام کے ایمان و تقویٰ کو اپنی حقانیت کی دلیل بنایا۔ اگر وہاں ایمان و تقویٰ نہ ہو تو قرآن کا دعوے بلا دلیل رہ گیا۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ۝ (انفال: ۷۴)

اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے رسول کو جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت میں صحابہ کرام، مہاجرین اور انصار کا نام لے کر انہیں سچا مومن، متقی اور مغفور فرمایا گیا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝ (حشر: ۸)

ان فقیر ہجرت والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔

اس آیت میں تمام مہاجر صحابہ کو نام و پتہ بتا کر سچا کہا گیا ہے یعنی یہ ایمان میں سچے، اعمال میں سچے اور اقوال کے پکے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (حشر: ۹)

اور وہ جنہوں نے پہلے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جان پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں بہت محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے

marfat.com
Marfat.com

بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔

اس آیت میں انصار مدینہ کو نام لے کر پتہ بتا کر کامیاب فرمایا گیا معلوم ہوا کہ سارے مہاجرین وانصار سچے اور کامیاب ہیں۔

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (حدید:۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

اس آیت نے بتایا کہ سارے صحابہ سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ لیکن وہ خلفاء راشدین جو فتح مکہ سے پہلے حضور ﷺ کے جان نثار رہے وہ بہت بڑے درجہ والے ہیں۔ ان کے درجہ تک کسی کے وہم وگمان کی رسائی نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا فرمایا اور اتنے بڑے عرش کو عظیم یعنی بڑا فرمایا۔ لیکن ان خلفاء راشدین کے درجہ کو چھوٹا نہ کہا۔ بڑا نہ فرمایا بلکہ اعظم یعنی بہت ہی بڑا فرمایا۔

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى (لیل:۱۷۔۲۱)

اور دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاوے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا کفار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا۔ جس کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا۔ ان کفار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اس میں صدیق اکبر

marfat.com

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسب ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے۔
ان کا دوزخ سے بہت دور رہنا۔ ان کا سب سے بڑا متقی ہونا۔ یعنی اتقی ان کا بے مثل سخی ہونا۔ ان کے اعمال طیبہ طاہرہ کا ریا سے پاک ہونا خالص رب کے لئے ہونا اور جنت میں انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وہ راضی ہو جاویں۔

لطیفہ | اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لئے فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاویں گے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا۔ لَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ عنقریب صدیق راضی ہو جاویں گے معلوم ہوا کہ آپ کو نبی ﷺ سے بہت ہی قرب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (انفال: ۶۴)

اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کی پیروی کرنے والے یہ مومن کافی ہیں۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ حقیقتاً آپ کو اللہ کافی ہے اور عالم اسباب میں عمر کافی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (فتح: ۲۹)

جو صحابہ ان نبی کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت آپس میں نرم ہیں۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (فتح: ۲۹)

یہ جماعت صحابہ وہ ہیں جن کی مثال توریت وانجیل میں اس کھیت سے دی گئی ہے جس نے اپنا پٹھا نکالا...... یہاں تک کہ فرمایا تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب (ﷺ) تمہارے صحابہ کے نام کے ڈنکے ہم نے توریت وانجیل میں بجا دیئے وہ تو میری ہری بھری کھیتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر میں تو خوش ہوتا ہوں اور میرے دشمن جلتے ہیں۔

لطیفہ | قرآن کریم نے بعض لوگوں پر صاف صاف فتویٰ کفر دیا۔ ایک تو نبی کی توہین

marfat.com
Marfat.com

کرنے والے اور دوسرے صحابہ کے دشمن۔ صحابہ کرام کے دشمنوں پر رب تعالیٰ نے کفر کا فتویٰ دیا کسی اور سے نہ دلوایا۔

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ (توبہ:۴۰)

ابوبکر دو میں کے دوسرے ہیں جبکہ وہ غار میں ہیں جب فرماتے تھے رسول اپنے ساتھی سے غم نہ کر۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری۔ اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب غار میں یار کو لے کر بیٹھے اور مار سے اپنے کو کٹوایا۔ اس آیت نے ابوبکر صدیق کی صحابیت کا صراحۃ اعلان فرمایا۔ ان کی صحابیت ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی ﷺ کی رسالت۔ کیونکہ جس قرآن نے توحید ورسالت کا صراحۃ اعلان کیا اسی قرآن نے صدیق کی صحابیت کا ڈنکا بجایا۔ لہٰذا ان کی صحابیت وعدالت پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا۔ اور ان کی صحابیت کا منکر ایسا ہی بے دین ہے جیسے توحید ونبوت کا منکر۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ (آل عمران)

نہ سست پڑو تم لوگ نہ غمگین ہو اور تم ہی بلند ہو اگر تم سچے مومن ہو۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (نور:۵۵)

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور جما دے گا ان کے لئے ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

ان دو آیتوں میں مسلمانوں سے دو شرطوں پر چند وعدے کئے گئے ہیں شرطیں ایمان اور تقویٰ کی ہیں۔ ان سے وعدہ ہے (۱) بلندی (۲) خلافت دنیا (۳) خوف کے بعد امن بخشا

marfat.com
Marfat.com

(۴) دین کو مضبوط کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو بلندی بھی دی زمین میں خلافت بھی بخشی۔ امن بھی عطا کیا۔ اور ان کے زمانہ میں دین کو ایسا مضبوط فرمایا کہ آج اس مضبوطی کی وجہ سے اسلام قائم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دونوں شرطیں بھی پوری کیں کہ وہ مومن بھی رہے اور پرہیز گار متقی بھی ورنہ انہیں یہ چار نعمتیں نہ دی جاتیں۔

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ان حضرات کے فضائل میں ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ یہ حضرات نبی ﷺ کے کمال کا مظہر ہیں جیسے حضور ﷺ کی ذات رب تعالیٰ کے کمال کا نمونہ ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی تنقیص رب تعالیٰ کے کمال کا انکار ہے۔ ایسے ہی ان کا انکار حضور ﷺ کے کمال کا انکار ہے استاد کا زور علمی شاگردوں کی لیاقت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر صف اول کی نماز فاسد ہو تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ امام کو دیکھنے والی صف اول ہی ہے اگر انجن کے پیچھے والا ڈبہ انجن سے کٹ کر رہ جائے تو پچھلے ڈبے بھی سفر نہیں کر سکتے۔ وہ حضرات اسلام کی صف اول ہیں اور ہم آخری صفیں۔ وہ گاڑی کا اگلا ڈبہ ہم پچھلے۔ اگر وہ ایمان سے رہ گئے تو ہم کیسے مومن ہو سکتے ہیں؟

اعتراض ان آیتوں کے نزول کے وقت تو یہ سب مومن تھے۔ مگر حضور کی وفات کے بعد خلافت کا حق چھین کر اور حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے نکل گئے یہ آیات اس وقت کی ہیں بعد سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔

جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں:۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اگر خلفاء راشدین کا انجام اچھا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے فضائل قرآن شریف میں بیان نہ فرماتا۔ نیز رب تعالیٰ نے ان مذکورہ آیتوں میں خبر دی کہ یہ دوزخ سے بہت دور رہیں گے۔ ہم انہیں اتنا دیں گے کہ وہ راضی ہو جاویں گے ہم نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ یہ باتیں انجام بخیر سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ حضرات ایمان سے پھر گئے ہوتے تو اہل بیت اطہار خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ خلیفہ رسول (ﷺ) وہ ہو سکتا

marfat.com

Marfat.com

ہے جو مومن متقی ہو۔ بلکہ جیسے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین میں جنگ کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جان دیدی۔ مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ اس وقت بھی وہ جنگ کرتے۔

تیسرے یہ کہ جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ان کی خلافتیں میراث کے طور پر ان کی اولاد کو نہ ملیں۔ بلکہ جس پر سب کا اتفاق ہو گیا وہ خلیفہ ہو گیا اسی طرح نبی ﷺ کی خلافت میں نہ میراث تھی نہ کسی کی ملکیت بلکہ رائے عامہ پر ہی انتخاب ہوا۔

چوتھے یہ کہ پیغمبر کی میراث مال نہیں بلکہ علم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (نمل:۱۶) اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے علیہم السلام اور فرمایا کہ ہم کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا۔ دیکھو داؤد علیہ السلام کے بہت بیٹے تھے مگر وارث صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اور مال کے نہیں بلکہ علم کے وارث ہوئے اسی لئے نبی کی بیویاں بھی حضور ﷺ کی میراث نہ پا سکیں۔ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہ فرمائی۔

اعتراض تم کہتے ہو۔ کہ سارے صحابہ متقی پرہیزگار ہیں حالانکہ قرآن شریف انہیں فاسق کہہ رہا ہے فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا (سورہ حجرات:۶)

اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

ولید بن عقبہ صحابی نے آ کر خبر دی تھی کہ فلاں قوم نے زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ جس میں ولید صحابی کو فاسق کہا گیا اور فاسق متقی نہیں ہو سکتا۔

جواب اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں ان کو فاسق نہ کہا گیا۔ بلکہ ایک قانون بیان کیا گیا کہ آئندہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیقات کر لیا کرو دوسرے یہ کہ اس خاص وقت میں ان کو فاسق گنہگار کہا گیا۔ صحابی سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے وہ معصوم نہیں ہاں اس پر

marfat.com
Marfat.com

قائم نہیں رہتے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے جیسے حضرت ماعز سے زنا ہو گیا۔ مگر بعد میں ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ سبحان اللہ!

مسئلہ ۱۱

عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے

سارے مسلمانوں کا عقیدہ تھا اور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ مگر اب موجودہ زمانہ میں قادیانیوں نے اس کا انکار کیا ان کی دیکھا دیکھی بعض بھولے جاہل مسلمان بھی اس ظاہری مسئلہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں حالانکہ قرآن شریف اس کا بہت زور شور سے اعلان فرما رہا ہے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾ (آل عمران: ۶۰)

بیشک عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اسے مٹی سے بنایا پھر اس سے فرمایا کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تم شک والوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تشبیہ دی کہ جیسے آدم علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ایسے ہی آپ بھی۔ جب آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے نہ ہوئے تو اے عیسائیو! عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کب ہو سکتے ہیں؟ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی تو انہیں آدم علیہ السلام سے تشبیہ نہ دی جاتی۔

قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ

مریم نے جبریل سے کہا کہ میرے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے تو کسی مرد نے چھوا بھی نہیں۔ فرمایا ایسے ہی ہوگا تمہارے

marfat.com
Marfat.com

رَحْمَةً مِّنَّا (سورۂ مریم: ۲۰-۲۱)

رب نے فرمایا کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور تاکہ بنائیں ہم اس بچہ کو لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بیٹا ملنے کی خبر پر حیرت کی کہ بغیر مرد کے بیٹا کیسے پیدا ہوگا۔ اور انہیں رب کی طرف سے جواب ملا۔ کہ اس بچہ سے رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود ہے لہٰذا ایسے ہی بغیر باپ کے ہوگا اگر آپ کی پیدائش معمول کے مطابق تھی تو تعجب کے کیا معنیٰ اور رب تعالیٰ کی نشانی کیسی؟

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۝ (مریم: ۲۷)

تو انہیں گود میں اپنی قوم کے پاس لائیں بولے اے مریم تونے بہت بری بات کی۔

معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر لوگوں نے حضرت مریم کو بہتان لگایا اگر آپ خاوند والی ہوتیں تو اس بہتان کی کیا وجہ ہوتی۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ (مریم: ۲۹-۳۰)

پھر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔ بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی طاقت گویائی دی اور آپ نے خود اپنی ماں کی پاک دامنی اور رب تعالیٰ کی قدرت بیان فرمائی اگر آپ کی پیدائش باپ سے ہے تو اس معجزے اور گواہی کی ضرورت نہ تھی۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (نساء: ۱۷۱)

عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور رب کی طرف سے ایک روح۔

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو مریم کا بیٹا فرمایا۔ حالانکہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف آپ کا اگر والد ہوتا تو آپ کی نسبت اسی کی طرف ہونی چاہیے تھی۔

marfat.com
Marfat.com

نیز قرآن کریم نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور نہ کسی کی پیدائش کا واقعہ اس قدر تفصیل سے بیان فرمایا چونکہ آپ کی پیدائش عجیب طرح صرف ماں سے ہے۔ لہٰذا ان بی بی کا نام بھی لیا۔ اور واقعہ پیدائش پورے ایک رکوع میں بیان فرمایا نیز انہیں کلمۃ اللہ اور اللہ کی روح فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش ایک کلمہ سے ہے۔ اور آپ کی روح مافوق الاسباب آئی ہے۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (آل عمران: ۴۶)

عیسیٰ کلام کریں گے لوگوں سے پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاص نیکوں میں ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت بچپن اور بڑھاپے میں کلام کرنا ہے۔ بچپن میں کلام کرنا تو اس لئے معجزہ ہے کہ بچے اتنی عمر میں بولا نہیں کرتے اور بڑھاپے میں کلام کرنا اس لئے معجزہ ہے کہ آپ بڑھاپے سے پہلے آسمان پر گئے اور وہاں سے آکر بوڑھے ہو کر کلام کریں گے۔

ان آیات مذکورہ بالا سے روز روشن کی طرح آپ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ظاہر ہوا۔

اعتراض اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان بلکہ سارے حیوانات کو نطفے سے پیدا فرمادے۔ اور قانون کی مخالفت ناممکن ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا خلاف قانون پیدا ہونا غیر ممکن ہے رب تعالیٰ صاف فرما رہا ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ (دہر: ۲)

بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو ماں باپ کے مخلوط نطفے سے کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اسے سنتے دیکھنے والا بنادیا۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا (فرقان: ۵۴)

اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کردی۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (انبیاء: ۳۰)

اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا — اور تم ہرگز اللہ کے قانون کو بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔ (فاطر:۴۳)

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا — اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے۔ (بنی اسرائیل:۷۷)

ان آیتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تمام انسان اور حیوانات کی پیدائش کا قانون یہ ہے کہ اس کی پیدائش نطفے سے ہو۔ دوسرے یہ کہ خدا کے قانون میں تبدیلی ناممکن ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ مانی جائے۔ تو ان آیات کے خلاف ہوگا۔

جواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی، دوسرا تحقیقی، الزامی جواب تو یہ ہے کہ آدم علیہ السلام بغیر نطفے کے پیدا ہوئے۔ ہمارے سروں میں جوئیں، چارپائی میں کھٹمل، پیٹ اور زخم میں کیڑے بغیر نطفے کے دن رات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ برسات میں کیڑے پھل میں جانور بغیر نطفے کے پیدا ہوتے ہیں۔ بتاؤ یہ قانون کے خلاف کیوں ہوا۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء خود قانون الٰہی ہیں یعنی رب تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ نبی اور ولی پر حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوں۔ تو آپ کا بغیر باپ پیدا ہونا اس معجزے کے قانون کے ماتحت ہے تمہاری پیش کردہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق خدا کے قانون میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ اگر خالق خود کرے تو وہ قادر ہے انسان کی پیدائش نطفے سے ہونا قانون ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر نطفے کے ہونا قدرت ہے ہم قانون کو بھی مانتے ہیں اور قدرت کو بھی۔ رب تعالیٰ قانون کا پابند نہیں ہم پابند ہیں۔

دیکھو قانون یہ ہے کہ آگ جلا دے مگر ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلایا یہ قدرت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (انبیاء:۶۹) — ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

اسی طرح اور بہت سارے معجزات کا حال ہے اللہ تعالیٰ قادر و قیوم ہے جو چاہے کرے اس

marfat.com
Marfat.com

کی قدرتوں کا انکار کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ رب تعالیٰ ہم سب کو اس راستے پر چلائے جو اس کے نیک بندوں کا ہے اور اس زمانہ کی ہواؤں سے ہمارا ایمان محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

ناچیز

احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی

۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ یوم دوشنبہ مبارکہ

"یہ کتاب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ دوشنبہ کو شروع ہو کر ۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ دوشنبہ کو یعنی ایک ماہ بارہ دن میں اختتام کو پہنچی۔ جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ گنہگار کے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ سے مجھے کلمہ طیبہ پر خاتمہ نصیب کرے اور مجھ گنہگار کی مغفرت فرمادے۔ اسی لالچ میں یہ محنت کی ہے۔"

احمد یار خان

marfat.com
Marfat.com

العطایا الاحمدیہ

فی

فتاوی نعیمیہ

مفتی اعظم پاکستان صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

کے عصر حاضر میں درپیش بیشمار مسائل پر معرکہ آرا فتووں پر
مشتمل فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاوی تحقیق ایسی جو کہ اسکے غیر میں
کم ملے الحمد للہ ۵ جلد بیروتی باجوڑ ڈیزائن

ناشر: نعیمی کتب خانہ لاہور فون 042-7248927

marfat.com
Marfat.com

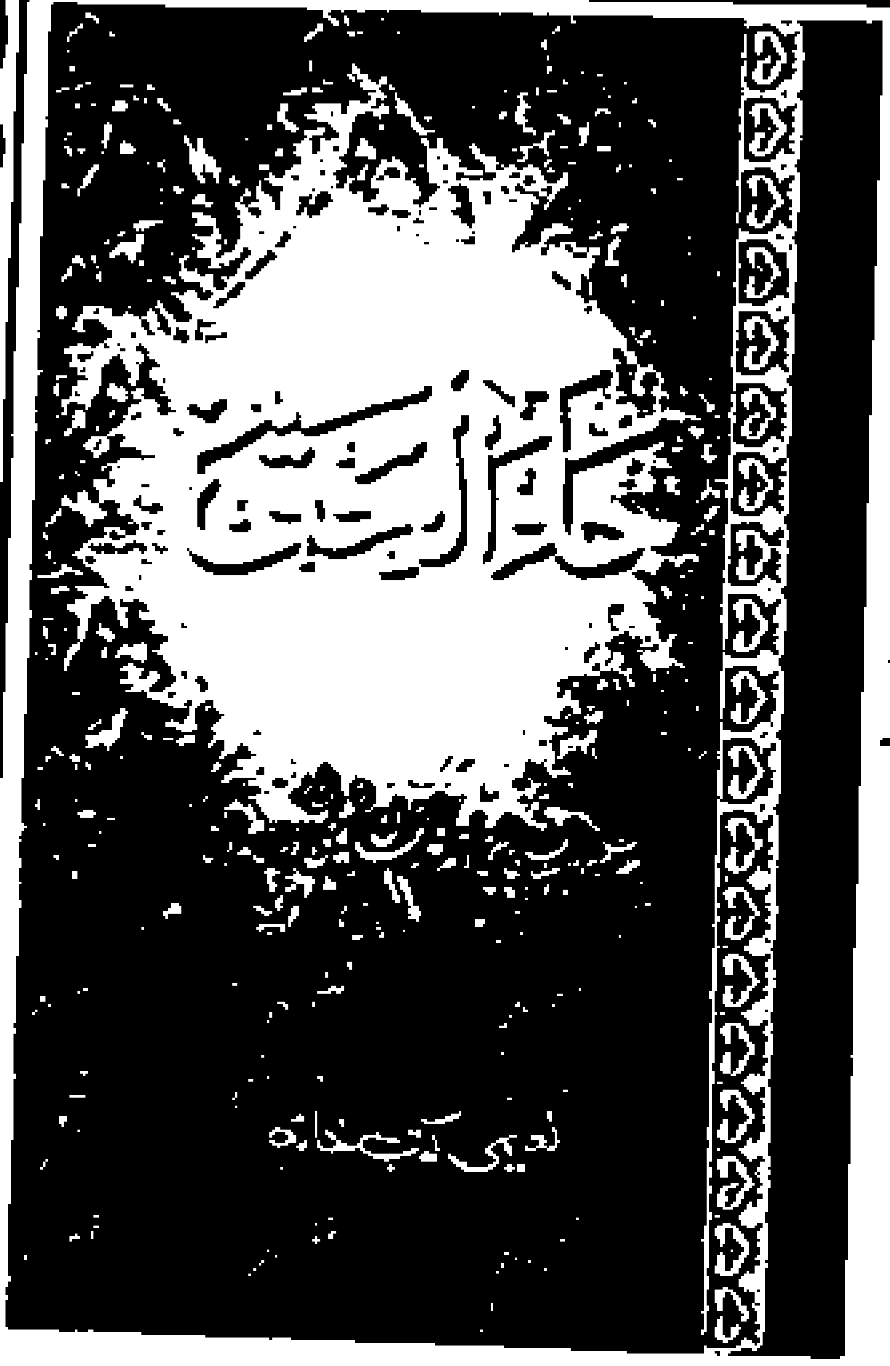

دنیائے اہلسنت
کیلئے

خوشخبری

تخریج وحوالہ جات
وتصیح نواور دیدہ زیب
ڈیزائن سے
مزین ہوکر

جاء الحق

اشاعت پذیر ہو چکی ہے

حاصل کرنے کے لئے آج ہی رابطہ کریں

نعیمی کتب خانہ
042-7246927

marfat.com
Marfat.com

نعیمی کتب خانہ

ناشر

نعیمی کتب خانہ

۵۔ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور

9789699230028

Marfat.com